کبیر صاحب

کبیر صاحب

مؤلفہ

پنڈت منوہر لال زُتشی

الہ آباد

ہندوستانی اینڈیمی، یو - پی

۱۹۳۰ ع

Published by
The Hindustani Academy, U. P.,
Allahabad.

First Edition.
Price, Rs. 2/-

Printed by Rashid Khan
at the Minerva Press,
Daryabad, Allahabad.

فہرست مضامین

صفحہ

مذہب ۱

ہندو مذہب کا ارتقا ۱۱

ہندو مذہب کے اُصول ۲۶

کبیر صاحب کے حالات ۴۸

کبیر صاحب کی تعلیم اور تلقین

(۱) توحید ۷۸

(۲) بھکتی اور پریم ۹۳

(۳) مذہب کی نمائش ۱۰۷

(۴) تناسخ (آواگون) ۱۱۴

(۵) ہندو مسلمانوں کا میل ۱۱۶

(۶) متفرق ۱۱۹

کبیر صاحب کی شاعری ۱۲۵

کبیر پنتھ ۱۳۹

کتابوں کی فہرست ۱۴۲

اِنڈکس ۱۴۹

مذہب

مذہب عالمگیر ہے اور اُس کی سیکڑوں قسمیں ہیں - مشرق کے حکیم اور مغرب کے فلسفی اس کی تعریف مختلف الفاظ میں کرتے ہیں ' اور اپنے بیانات میں بڑی بڑی باریکیاں پیدا کرتے ہیں - میرے نزدیک اُن باریکیوں میں پڑنا اور ان کی مو شگافیاں کرنا عبث ہے - سیدھے سادھے طور پر یوں کہئے کہ مذہب کے معنی ہیں احساس ہونا ایسی قوت یا قوتوں کا جو انسان سے بالاتر ہیں - جو اُس کو نفع اور ضرر پہونچا سکتی ہیں ' اور جن سے نفع حاصل کرنے کے لئے اُن کو خوش رکھنا اور ضرر سے بچنے کے لئے کوئی ایسا فعل نہ کرنا جس سے وہ ناخوش ہوں اس کے واسطے لازم ہے - تاریخ اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب نے دنیا میں طرح طرح کی صورتیں اختیار کی ہیں - کسی زمانہ میں کچھ تھا ' اور کسی زمانہ میں کچھ - ایک ملک میں اس کی ایک ہیئت ہے اور دوسرے ملک میں دوسری - کہیں چاند ' سورج ' سیاروں اور ستاروں کی پرستش ہوتی ہے کہیں بت اور تصویریں پوجی جاتی ہیں - کوئی گروہ پہاڑوں اور دریاؤں کو متبرک خیال کرتا ہے ' کوئی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتا ہے ' کوئی تثلیث کو مانتا ہے ' کوئی توحید کا قائل ہے - کیا عجب ہے کہ پہلے پہل آفتاب کی جہانگیر روشنی اور گرمی ' چاندنی کی ٹھنڈک اور سرور ' تاروں بھری رات کے دلکش

منظر ، بجلي کي چمک ، اور بادل کي گرج سے متاثر ہوکر انسان نے اجسام فلکي کو مثل اپنے جاندار اور اپنے سے قوي‌تر سمجھکر ان سے نفع حاصل کرنے اور اُن کے ضرر سے بچنے کے لئے اُن کي پرستش شروع کي ہو - ایک فرنگي حکیم کي راے ہے کہ مذہب کي ابتدا خواب سے ہوئي - خواب کي حالت میں خواب دیکھنے والا اپنے مقام سے دور دور ہو آیا۔ جب جاگا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے خواب کا حال بیان کیا - اس کے ساتھیوں نے اُسے بتایا کہ اس کا جسم جہاں وہ سویا تھا وہیں موجود تھا - اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ جسم کے علاوہ کوئي اور چیز بھي ہے جو خواب کي حالت میں جسم سے باہر نکل کر جاتي ہے اور گھوم پھر کر جسم میں واپس آ جاتي ہے - اس چیز کا نام روح رکھا گیا - جب روح ہمیشہ کے واسطے جسم سے الگ ہو جاے اور پھر واپس نہ آے تو اس حالت کا نام موت ہے - سوسائٹی کے نظام کي مناسبت سے روحوں میں بھي مدارج قائم کئے گئے - جس سردار یا بادشاہ سے اس کے تابعین خوف کھاتے ہیں، اس کي روح بھي ان کي روحوں سے زیادہ طاقتور ہوگي اور اس میں فائدہ اور نقصان پہونچانے کي قابلیت بھي زیادہ ہوگي - لہذا عوام کے لئے لازم ہے کہ اگر زندگي میں اُس سے خوف کھاتے تھے اور اس کي خدمت کرتے تھے تو مرنے کے بعد اس کي روح کو پوجیں - اس خیال سے رفتہ رفتہ ایک ایسي پُر ہیبت اور پُرشکوہ روح کا تصور پیدا ہوا ہوگا جو سارے عالم پر محیط ہے اور کل دنیا کا نظام جس کے قبضہ میں

ہے - اس قسم کے خیالات تو ان لوگوں کے ہیں جو مذہب کو بھی انسان کے دل و دماغ کا ایک کرشمہ خیال کرتے ہیں جس طرح سوسائٹی کے قواعد ترتیب دئے گئے ' قانون بنائے گئے ' حکومت کے دستور قائم ہوئے - اسی طرح مختلف زمانوں میں ' مختلف ملکوں میں ' مختلف مذہب پیدا ہوئے - کہا گیا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی شبیہ کے مطابق بنایا - ان حکیموں کا خیال ہے کہ انسان اپنے معبود کو اپنے خیال کے مطابق خلق کرتا ہے - جس گروہ کی تہذیب اور تحقیق جس درجہ پر ہوگی ' جس طرح کے اس کے رسم و رواج ہوں گے ' جن خوبیوں کی اس میں قدر و منزلت ہوگی ' اسی قیاس کا معبود اس کا دماغ خلق کرے گا -

دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہیں ' مذہب ایک خدا داد شے ہے ' انسان کے فہم اور دماغ سے بالاتر - خداوند ازل نے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں میں اپنے پیمبر بھیجے - ان پیمبروں کو الہام کے ذریعہ سے رموز الٰہی کا علم بخشا گیا ' اور انہوں نے اپنے پیام دنیا کو سنائے - مذہب کے حقائق فراست انسانی کے اخذ کئے ہوئے نہیں ہیں ' اور اسی وجہ سے انسانی آئین یا دستور کی طرح تغیرپذیر نہیں ہیں - مذہب خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی چیز ہے جو اٹل اور آمٹ ہے - اس کا سلسلہ ازل سے ابد تک قائم ہے اور اس میں عقل انسانی کو دخل نہیں - نکتہ چیں اس میں شاخسانے نکالتے ہیں - اتنے مذہب پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ ایک مذہب جاری ہوا ' پھر حکم الٰہی سے وہ منسوخ ہوکر اس کی جگہ دوسرا

مذهب جاري کیا گیا - یہ کیوں ؟ اس کا کیا ثبوت ہے کہ ہر زمانے میں اور ہر گروہ انسان میں پیمبر بھیجے گئے ؟ اگر یہ کہا جاتا ہے کہ ایک خاص زمانہ میں خدا نے ایک خاص مذهب جاري کیا اور وهي مذهب برحق ہے اور اس سے انکار کرنے والا کافر ہے ' تو ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جن تک وہ پیام پہونچا هي نہیں ؟ وغیرہ ' وغیرہ - خدائي مذهب کے طرفدار ایک حد تک ان اعتراضوں کا جواب دلیل اور منطق سے دیتے ہیں اور آخر میں معترضین کو یہ کہ کر خاموش کر دیتے ہیں کہ احکام الهي میں چون و چرا کي گنجائش نہیں ' مذهب ادراک انساني سے بالاتر ہے ' عقل انسانی محدود ہے اور رموز الهی کے سمجھنے سے قاصر - یہ وہ کوچہ ہے جس میں اطاعت اور خاموشي کے سوا دم مارنے کي مجال نہیں -

مگر ایک دقت پھر بھی باقي رهتی ہے - اگر ان بزرگوں کے فرمانے کے مطابق مذهب کو خداداد مان لیا جائے اور وید ' انجیل ' قرآن ' وغیرہ کو کلام الهي سمجھا جاے ' تو بھي کلام الهي کے معني اور مطلب سمجھنے کے لئے انسان کے پاس سوائے اُس محدود اور ناقص عقل و فہم کے اور کوئي دوسرا ذریعہ نہیں - کلام الهي تو نازل ہوا · مگر اس کے ساتھ اُس کي شرح تو نہیں نازل ہوئي ' اور اگر ہوتي بھي ' تو جو دقت کلام الهي کے سمجھنے میں پیش آ رهی ہے وهی اس کي شرح کے سمجھنے میں پیش آتی - وید اور قرآن کلام الهي ہوں ' مگر وید کے کس منتر کے کیا معني ہیں اور قرآن

کي کس آيت کا کيا مطلب هے ' يه کون بتائےگا - شايد اسي دقت کو دور کرنے کے لئے عيسائيوں کے رومن کيتھولک گروہ نے يه آئين قائم کيا کہ انجيل کے معني اور مطلب سمجھنا هر انسان کا کام نهيں ' جو معني چرچ يا يوں کہئے کہ پاپائے روم کی طرف سے بتائے جائيں وهي مستند هيں اور ان کو ماننا لازم هے - ليکن اصل دقت اس سے بھي رفع نه هوئی - پوپ بھي انسان هے ' اور اس وجه سے فاني - ايک پوپ جاتا هے دوسرا آتا هے - اس واسطے ان کے احکام ميں اختلاف هو سکتا هے - پھر يه کہ جو معني و مطلب چرچ يا پوپ کی طرف سے بيان کئے جاويں‌گے ان کو کون سمجھےگا ؟ فرضکہ کلام الهي کے ماننے والوں کو بھي عقل انسانی کي جانچ پرتال سے مفر نهيں اور خدا کا فرمانبردار سے فرمانبردار بنده بھي اپنے فهم و درک سے بےنياز نهيں هو سکتا -

يهي وجه تو هے کہ هر مذهب کے پيرو فريق در فريق اور گروہ در گروہ پاشان و پريشان نظر آتے هيں - ويد تو ايک هے ' پھر چھ شاستر کيوں ؟ شيوي ' شاکت اور ويشنو کي تفريق کس واسطے ؟ سناتن دهرميوں اور آريه سماجيوں کی معرکه آرائی کا کيا سبب ؟ قرآن ايک هے ' مگر معتزله اور اشاعره کے خونريز جھگڑوں سے اسلامي تاريخ کا کون پڑھنے والا واقف نهيں ؟ شيعه اور سني کا اختلاف آج بھي موجود هے - کوئي مقلد هے ' کوئي غير مقلد ' کوئی آغا خانی هے ' اور کوئي اثنا عشري - اسلام ايک هے ' مگر اس ميں بهتّر فرقے هيں ' اور اب شايد اس سے بھي کچھ زياده - حافظ نے سچ کہا هے :

جنگ هفتاد و دو ملت همه را عذر بنه
چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند

حضرت عیسیٰ کي تلقین انجیل سے واضع هے ' مگر انجیل کو کلام الهي ماننے والے عیسائیوں کے سیکڑوں گروہ هیں ' اور لطف یه هے کہ هر مذهب کا هر گروہ اپنے تئیں راز الهي کا آمین سمجھتا هے اور اپنے سوا سب کو گمراہ جانتا هے ' حتیٰ کہ ایک زمانہ میں اپنے هی مذهب والوں کو اگر وہ ایک خاص فرقہ اور گروہ سے الگ هوں قتل کرنا اور زندہ جَلانا ثواب سمجھا جاتا تھا - کہتے هیں کہ انسان ایک جنگجو جانور هے ' لڑائي جھگڑا اس کي فطرت میں هے - ایک مشرقي حکیم کا قول هے کہ زن ' زمین اور زر یهي تین چیزیں شر و فساد کا باعث هیں - بادشاهوں کے جنگ و جدل کي خونین داستانیں اور اقوام دنیا کے تصادم کي هولناک کہانیاں زباں زد خلائق هیں ' لیکن تاریخ عالم شاهد هے کہ جتني خونریزي دنیا میں مذهب کے نام سے هوئي هے اس سے زیادہ شاید کسی اور وجہ سے نہ هوئي هوگي -

مدعا اس سب کا یه هے کہ مذهب الهامي هو یا انسان کے دماغ کا اختراع ' اس کے اصول کي تشریح ' اس کے معاني اور مطالب کا سمجھنا ' اس کے احکام کي پابندي ' ان سب کا انحصار انسان کی عقل اور فهم پر هے - یهي وجہ اختلاف مذاهب کی هے ' اور یهي بنا مذهب کے ارتقا کي - تاریخ بتاتي هے کہ تغیر اور تبدل ' آگے بڑھنا اور کبھي کبھي پیچھے هٹنا ' انساني تمدن اور انساني تهذیب کا جزو هے - کسي خاص

زمانہ میں انسانوں کا ایک گروہ اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے واسطے ایک خاص تمدن یا تہذیب قائم کرتا ہے ' سوسائٹی کے مدارج قرار پاتے ہیں ' قانون بنتا ہے ' علوم و فنون رائج ہوتے ہیں ' ملکداری کے دستور اور سیاست کی پالسی قائم ہوتی ہے - سو دو سو برس تک سوسائٹی اس تمدن کے زیر فرمان کام کرتی ہے - ایک زمانہ گزرنے کے بعد اس بات کا احساس شروع ہوتا ہے کہ اب اس تمدن میں تبدیلی کی ضرورت ہے - جس طرح جوانی میں بچپن کے کپڑے ٹھیک نہیں ہوتے اسی طرح انسانی دماغ اور انسانی اخلاق ترقی کرکے مروجہ تمدن کی حد سے آگے نکل جاتے ہیں - اس کا احساس پہلے عوام کو نہیں بلکہ خواص کو ہوتا ہے ' روشن دماغ اور ذکی الحس افراد قوم اس تغیر کو محسوس کرتے ہیں اور ان میں بےچینی شروع ہوتی ہے - مگر انسان عادت کا غلام ہے - جو ہمارے بزرگوں نے سمجھا اور کیا وہی ہمارے واسطے بھی کافی ہے - نظام دنیا جس طرح پہلے تھا اسی طرح اب بھی ہے اور ویسا ہی آیندہ بھی رہےگا - خیالات اور عادات کا بدلنا تکلیف‌دہ ہے - اسی وجہ سے اصلاح کرنے والوں کی ہمیشہ عوام کی طرف سے مخالفت ہوتی ہے - حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی - رسول عربی کو جلا وطن ہونا پڑا ' سوامی دیانند کو زہر دیا گیا - مگر چونکہ تبدیلی اور اصلاح کا تقاضا فطرت انسانی اور قانون قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اس واسطے مخالفت کے باوجود نئے خیالات کی اشاعت ہوتی رہتی ہے اور نئے پیشوا کے پیروؤں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا

ہے ' حتیٰ کہ قرنوں اور بعض اوقات صدیوں کی کشاکش کے بعد اصلاح‌پسند گروہ سوسائٹی کا نیا آئین اور نیا دستور بنانے میں کامیاب ہوتا ہے - یہی راز ہے انسانی ترقی کا ' اور یہی معنی ہیں اس بے چینی اور کشمکش کے جو ہر متمدن قوم کی تاریخ میں نظر آتی ہے - مذہب کا ارتقا اس کلیہ سے خارج نہیں ہے - اور ہندو مذہب کی تاریخ میں اس ارتقا کے مدارج صاف نظر آتے ہیں - ویدوں کے رشی اور شاستروں کے بنانے والے ' گوتم بُدھ اور شنکر آچارج ' رامانُج اور رامانند ' کبیر ' نانک ' چیتن ' اور تکا رام ' تلسی‌داس اور سورداس ' راجہ رام موہن رائے ' اور سوامی دیانند ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں - جن اصلاحوں کی آج ضرورت محسوس ہوتی ہے ' جو سوشل ' مذہبی ' یا ملکی تبدیلیاں لوگ کرنی چاہتے ہیں ' اُن کی ضرورت اور بے ضرورتی ' حسن و قبح سمجھنے کے لئے اس بات کا سمجھنا لازمی ہے کہ اس زمانہ سے پہلے اس ملک کے مصلحان قوم کو کیا کیا دقتیں پیش آئی تھیں ' اور انہوں نے اپنے زمانہ کے عقدوں کو کس طرح حل کیا تھا - اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہماری قوم کی فطرت بہ حیثیت قوم کے کیسی ہے ' اس کا مزاج کس طرح کا ہے ' اور نئے خیالات اور نئے اصولوں کو کس شکل اور کس قالب میں قبول کرنے کے لئے وہ آسانی سے آمادہ ہو سکتی ہے -

مشکل یہ آ پڑی ہے کہ فرنگیوں کے اقبال ہیبت اور یورپ کی برتری کا نقش ہمارے مغلوب اور افسردہ دلوں پر کچھ ایسا بیٹھ گیا ہے کہ اپنے یہاں کی کوئی چیز بھاتی

هي نهیں اور اپنے دیس کا بڑے سے بڑا آدمی مغربي تہذیب کي میزان میں سبک نظر آتا ہے - غضب یہ ہے کہ تعلیم یافتہ اور پڑھے لکھے ہندوستاني اپني زبان، اپنے مذہب، اور اپني تہذیب سے نہ صرف بے خبر ہیں بلکہ مشرقي حکمت اور مشرقی تمدن کو قابل التفات هي نہیں سمجھتے - آج ایک گروہ ایسا بھي پیدا ہو گیا ہے جو سیاسي شورش اور سیاسي مخالفت کي بنا پر انگریزوں سے سخت ناراض ہے، مگر دل اور دماغ دونوں پر ایسا چوکھا مغربي رنگ چڑھا ہوا ہے کہ انگریزوں سے مخاصمت کے پردے میں بھي مغربي اداؤں کي جھلک نظر آتي ہے۔ اور انگریزوں کو گالیاں بھي دي جاتي ہیں تو مغربي لہجہ میں - انگریزوں کے خلاف غم و غصہ کا اظہار ہوتا ہے، مگر اپني چیزوں سے اب بھي وهي مغائرت ہے اور اپنے بزرگوں کے کارناموں اور اپنے اسلاف کي سحرکاریوں سے اب بھی وهي لا علمی ہے جو پہلے تھي -

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، ہندؤوں کي تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے یہاں قریب قریب ہر زمانہ میں ایسے روشن دماغ اور عالي خیال بزرگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو معینہ شاہراہ سے ہٹ کر چلتے تھے، فرسودہ خیالات کی گتھیوں کو سلجھانے کي کوشش کرتے تھے اور رسم و رواج، ریاکاري اور مذہبي نمائش کي بیڑیوں کو کاٹ کر آزادہروي اور حق پرستي کي تلقین کرتے تھے - میرے خیال میں اس برگزیدہ گروہ میں کبیر صاحب کا درجہ نہایت ممتاز ہے، اور اسي وجہ سے

میں نے ان کے سوانح اور ان کی تلقین کے متعلق کچھ عرض کرنے کی جرات کی ہے ۔

ہندو مذہب کا اِرتقا

سائنس کے ماہر کہتے ہیں کہ کرۂ زمین کو وجود میں آئے ہوئے کروروں برس ہو گئے اور حضرت انسان اس پر لاکھوں برس سے آباد ہیں - متمدن اقوام کے پاس جو تحریری دستاویزیں ہیں وہ چند ہزار برس سے زیادہ کی نہیں، مگر انسان نے ان سے پہلے کی حالت کا بہت کچھ کھوج لگایا ہے - پرانی عمارتیں پرانے سکے اور کتبے زمین کے نیچے دبے ہوئے پرانے شہروں کے کھنڈر حتیٰ کہ زبان انسانی کے الفاظ، ان سب کی جانچ پرتال کی جاتی ہے، اور ان کو میزان عقل میں تول کر مختلف اقوام کی تہذیب اور شائستگی کے متعلق نتائج اخذ کئے جاتے ہیں - فرنگی حکیموں نے ایشیا اور یورپ کی مختلف زبانوں پر جب غور کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ سنسکرت، فارسی، یونانی، لاطینی، اور جرمن زبانوں میں بہت سے الفاظ ہیں جو اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ وہ ایک ہی ماں کی اولاد معلوم ہوتے ہیں - کوئی زمانہ ہوگا کہ جب آرین قوم جس کی یہ مختلف شاخیں ایشیا اور یورپ میں آباد ہیں، وسط ایشیا میں رہتی تھی اور وہیں سے مختلف ممالک میں پھیلی - اس قوم کی سب سے پرانی دستاویز رِگ وید ہے جو ہندوستان کے آریوں کے پاس محفوظ ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آریہ افغانستان سے گذرکر پنجاب میں آباد ہوئے تو وہ شایستگی اور

تمدن کے اکثر مراحل طے کر چکے تھے - ان کے مذہب میں مظاہر قدرت کو دیوتاؤں کا درجہ دیا گیا تھا - ان کو وہ انسان سے بہتر اور برتر سمجھتے تھے اور اپنا یار و مددگار خیال کرتے تھے - وہ ان دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے، اور ان سے اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے واسطے اور اپنے جاہ و عروج کے لئے دعائیں مانگتے تھے - رِگ وید کے بعض منتروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کرنےوالا اس وقت ایک خاص دیوتا کو جس کی وہ عبادت کر رہا ہے سب سے افضل سمجھتا ہے، اور اتنی دیر کے واسطے وہ اور دیوتاؤں کے وجود کو بھول جاتا ہے - اُن کے دیوتاؤں کی کثرت میں بھی وحدت کا راز مخفی تھا - رِگ وید میں ایسے منتر موجود ہیں جن میں محض ایک وحدہ لا شریک ذات کا ذکر ہے، اور اس کو سب سے اعلیٰ اور کل کائنات کا خالق قرار دیا گیا ہے - عبادت کے ذرائع غالباً دو تھے، ایک تو دیوتا کی ثنا و صفت اور اس کی درگاہ میں اپنی حاجتوں کا اظہار، دوسرے یَگ - یَگ ہندؤں کی پوجا کا نہایت ممتاز جزو ہے، اور اس کا رواج ہندؤں میں اِس وقت تک ہے - یوں تو ہر دنیادار کے واسطے یَگ لازم تھا اور مذہب کا جزو لاینفک، مگر تہذیب اور ثروت کی ترقی کے ساتھ بعض ایسے یَگ بھی وجود میں آئے جن کے کرنے کے لئے بڑے ساز و سامان کی ضرورت ہوتی تھی اور جو صرف راجہ مہاراجہ ہی کر سکتے تھے - مثلاً راجسویہ یگ، یعنی جشن شاہنشاہی یا اَشْوَمیدھ یَگ جس

میں گھوڑے کی قربانی کی جاتی تھی - مذهبی رسوم کا ادا کرنا تو هر آریه کا فرض تھا - مگر جوں جوں تمدن کی ترقی کے ساتھ مذهبی رسوم طویل اور پیچیده هوتے گئے ان کا ادا کرنا مشکل هوتا گیا - دنیاداروں کو دنیا کے بکھیڑوں هی سے فرصت کہاں کہ وہ هر رسم کی توضیح اور تفصیل یاد رکھیں - آگ کس طرح روشن کرنی هے ' قربانی کب اور کس طرح کی جائےگی ' کس وقت اور کس آواز سے کون سا منتر پڑھا جائےگا ' کون سی دعا کس وقت کار آمد هوگی ' اِن باتوں کو سمجھنا اور یاد رکھنا اور ضابطه اور قاعده سے انجام دینا هر شخص کے امکان میں نه تھا - اس کمی کو پورا کرنے کے لئے برهمنوں کا گروه پیدا هو گیا جن کے سپرد یه مذهبی خدمت کی گئی ' اور جن کا یه فرض قرار دیا گیا کہ وہ مذهبی عقاید اور مذهبی علوم کے ماهر هوں ' اور مذهبی رسوم کو صحیح طریقه سے ادا کر سکیں - هر فرد قوم کے لئے ' چاهے وہ راجه هو یا پرجا ' یه ضروری هو گیا کہ وہ رسوم مذهبی کے ادا کرنے میں برهمنوں سے مدد لے اور ان کی هدایت پر عمل کرے - هر علم اور هر فن بلکہ یوں کہئے کہ دنیا کے هر کام میں مبصروں (experts) کی نخوت اور "دراز دستی" مشهور هے - یه تو مذهب کا معامله تھا - تعجب کی کیا بات هے اگر برهمنوں نے مذهب کے تقدس کو اپنی ذات میں منتقل کر لیا اور اپنے تئیں خالق کائنات کا رازدار اور نوع انسان کا شفیع سمجھنے لگے ؟

صدیاں گذر گئیں، جُگ بیت گئے، اور جو حشر ہر انسانی دستور کا ہوتا ہے وہی اس کا بھی ہوا، یعنی وہ دل کی صداقت اور مَن کی لگن جس کا اظہار ان ذرائع پرستش سے ہوتا تھا کھٹلنے لگی، اور ان پر تصنع کا رنگ چڑھنے لگا، پوجا پاٹھ، ہَوَن اور یَگ لوگ کرتے تھے، مگر رسم و رواج کی بنا پر، یا اپنی امارت کے اظہار کے واسطے جن کے سینہ میں دل تھا اور دل میں سچا مذہبی ولولہ تھا وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ چھلکے کے اندر مغز باقی نہیں رہا اور خالی چھلکا ان کے درد کی دوا نہیں - ان بزرگوں نے ایک دوسرا راستہ گیان کا قائم کیا اور یہ سکھایا کہ موکش یا نجات کا ذریعہ ہے برہم گیان یا علم الٰہی کا حاصل کرنا اور اپنی اور اپنے معبود کی حقیقت کو پہچاننا - گیان حاصل کرنے کے لئے لوگوں نے ریاضت یا تپ شروع کیا، اور رفتہ رفتہ تپ کو وہی مرتبہ حاصل ہو گیا جو کسی زمانہ میں یَگ کو حاصل تھا - دنیا سے مُنھ موڑ کر جنگل میں چلا جانا اور "تپسیا" ریاضت میں عمر گزارنا برگزیدہ اور مذہبی آدمیوں کا یہی مآل زندگی قرار پایا - اِس کا بیان اُپنشدوں میں نہایت وضاحت سے ملتا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ ہندؤوں کے ایک بڑے گروہ میں ان امور پر غور کرنے کی قابلیت اور شوق پیدا ہو گیا تھا - ہم کہاں پیدا ہوئے؟ کہاں سے آئے؟ کہاں جا رہے ہیں؟ انسانی زندگی کا کیا مآل ہے؟ اور حصول نجات کی کیا تدابیر ہیں؟ کرم کا کیا اثر ہے؟ مایا کے کیا معنی ہیں؟ آوا گون کے

چکر سے کس طرح آزادی مل سکتی ہے ؟ یہ سب سوال ان کے سامنے تھے، اور جس فراست اور معقولیت کے ساتھ انہوں نے ان مسائل پر بحث کی ہے جیسی بلند اور دیرپا پرواز ان کی بُدھی* کی تھی، اور جس طرح وہ برہم گیان کے آسمان سے تارے توڑ کر لائے ہیں وہ انہیں کا حصہ ہے - یورپ والے ان کے عقائد کو مانیں یا نہ مانیں مگر مذہب اور فلسفہ کے صحرائے ناپیدا کنار میں ان کی تحقیق اور تجسس کی داد علمائے فرنگ بھی دیتے ہیں، اور جو کچھ وہ سکھا گئے ہیں اس کا چرچا آج بھی غیروں کی محفل میں ہے -

آخرکار قانون قدرت کا عمل ایک مرتبہ پھر ہوا اور جو تپ معبود حقیقی کے پہچاننے اور نجات حاصل کرنے کے واسطے کیا جاتا تھا وہ محض دکھانے کے لئے یا حصول نام و نمود کے لئے کیا جانے لگا، مغز مفقود ہو گیا، اور کتے ہڈیاں چچوڑتے رہ گئے - لہذا اصلاح و ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی اور مہاتما گوتم بُدھ کی تعلیم و تلقین کی نوبت آئی -

اس سے قبل کہ مہاتما بُدھ کا ذکر کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک بات کہہ دوں - آریوں میں برہمن اور چھتری یہ دونوں اونچی ذاتیں مانی جاتی ہیں - آریوں کی قوم میں عوام کا نام ویش تھا - برہمنوں اور چھتریوں

* عقل سلیم -

کا شمار خواص میں تھا - رفتہ رفتہ برهمنوں نے مذهبي تقدس کي بنا پر اور اسرار الهیٰ کے امین کي حیثیت سے اپنا درجہ چهتریوں سے بڑها لیا - مگر کتب مذهبي کے مطالعہ سے معلوم هوتا هے کہ یہ درجہ ان کو آساني سے نهیں حاصل هوا - چهتري عابد اور زاهد برهمنوں کے ساتھ ساتھ اس کوچہ میں گامزن تھے، اور برهم رشي اور راج رشي کا مقابلہ تھا - بسوامتر اور بششٹ کے قصہ سے کون هندو واقف نهیں ؟ پرس رام نے ناخوش هوکر چهتریوں کو نیست و نابود کرنے کي کوشش کي، لیکن آخر ان کو راجہ رام چندر جي سے جو چهتري تھے هار ماننا پڑي - هندو مذهب اور هندو فلسفہ کي تاریخ میں کسی برهمن مرتاض، کسی برهمن درویش کا درجہ راجہ جنک سے اونچا نهیں هے - بڑے بڑے رشي اور مُنی ان کے سامنے زانوے ادب نہ کرتے تھے اور ان کي شاگردي کو باعث فخر سمجهتے تھے - اسی سلسلہ میں یہ نکتہ بهي یاد رکهنے کے قابل هے کہ هندوستان قدیم کے دو بڑے پیشوایان مذاهب جو مقررہ راستہ سے هٹ کر چلے اور جنهوں نے مروجہ عقائد سے الگ اپنے مسلک قائم کئے وہ دونوں چهتري تھے، یعني بَودهہ مت کے باني گوَتم بُدهہ اور جَین مت کے باني مهاویر -

گوَتم بُدهہ کا زمانہ پانچویں صدي قبل مسیح کا زمانہ هے - یہ کپل‌وستو کے راجہ کے گهر میں پیدا هوئے اور راجکماروں کي تعلیم پائي، مگر بچپن هي سے مَن کو اور هي لگن لگي هوئی تھي - باپ نے دنیاداري کي طرف مائل

کرنے کے لئے شادی کر دی - جب لڑکا پیدا ہوا تو گوتم بُدھ نے کہا "یہ ایک بندھن اور بڑھا جسے کاٹنا پڑے گا" - آخر تیس برس کی عمر میں دنیا سے مُنھ موڑ کر جنگل کو سدھارے - اس زمانہ میں علم لدنی کے متلاشیوں کے واسطے ریاضت کا طریقہ جاری تھا - انہوں نے بھی اس کو اختیار کیا - مگر کچھ دن بعد بے سود سمجھ کر چھوڑ دیا - خدا کی قدرت دیکھئے کہ ایک دن جب گوتم بُدھ ایک پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوے تھے ' ان کے دماغ میں بجلی سی کوند گئی - مایا کی تاریکی دور ہو گئی ' اور کائنات کا راز آشکارا ہو گیا - وہ سکون قلب ' وہ سرور ابدی ' جس کی تلاش میں وہ برسوں سے سرگرداں تھے ایک لمحہ میں حاصل ہو گیا - اس خوشی اور اس مسرت کا کیا پوچھنا ؟ اس کی قدر کچھ وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کوچہ میں کبھی دو چار قدم بھی چلا ہو ' اور جس نے اس تلاش و تجسس میں اپنا دل و دماغ صرف کیا ہو - اس دن سے گوتم کا لقب بُدھ قرار پایا ' جس کے معنی ہیں روشن دل اور روشن دماغ - معمولی درجہ کے درویش تو اپنی کامیابی پر خوش ہو کر بیٹھ رہتے ' مگر گوتم کو تو اپنی نجات سے زیادہ دنیاوالوں کی نجات کی فکر تھی - وہ دنیا کے مصائب اور تکالیف ' اس کے رنج و غم سے واقف تھے ' ان کے سینہ میں دل تھا اور دل میں درد - جب

اُن کو اس بات کا گیان ہوا کہ حصول نجات کے مروجہ طریقے بےکار ہیں ' حقیقت اور اصلیت کچھ اور ہے ' تو ان پر فرض ہوا کہ وہ اپنی باقی عمر اس کی تعلیم و تلقین میں صرف کریں ' اور دنیا کو نجات کا صحیح راستہ بتاویں - اور انہوں نے ایسا ہی کیا -

کرم اور آوا گون یا تناسخ کے مسائل پر گوتم بدھ کی تعلیم کی بنا تھی - جو جیسا کرےگا ویسا پائےگا - اچھے اور برے دونوں طرح کے افعال کے نتائج کا بھگتنا لابدی ہے - اور اسی واسطے ہر روح کو بار بار دنیا میں جنم لینا پڑتا ہے - اچھے کرم کے صلہ میں اگر بہشت بھی نصیب ہوئی تو مقررہ مدت کے بعد پھر دنیا میں پیدا ہونا پڑےگا ' اور دنیا کے رنج اور خوشی ' مسرت اور صعوبت برداشت کرنی پڑےگی - اگر غور سے دیکھئے تو جو چیز انسان کو دنیا سے وابستہ رکھتی ہے اور اس کے جھگڑوں سے آزاد نہیں ہونے دیتی وہ "ترشنا" یا خواہش ہے - پس نفس امارہ کا مارنا سب سے زیادہ ضروری ہے - اعتدال کی زندگی سب سے اچھی ' نہ نفس امارہ کی غلامی اور نہ اس طرح کی ریاضت جس میں جسم اور جان کو طرح طرح کی ایذا پہونچائی جاے - والدین اور گرو کی اطاعت ' اپنے نفس پر قابو ' ہر انسان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ ' اور ساری کائنات پر ترحم کی نگاہ ' بودھ مت کے یہ چار خاص اخلاقی اُصول ہیں ' اور ان کی پابندی سے وہ اعتدال و

سکون حاصل ہو سکتا ہے جو نِروان یا نجات کا ذریعہ ہے - فلسفي اور حکیم نِروان کے مختلف معني بیان کرتے ہیں ' لیکن فلسفہ اور حکمت کي موشگافیوں کو چھوڑکر نروان کے سیدھے سادھے معني معلوم ہوتے ہیں خواہشات نفساني کو جو رنج و غم ' گناہ و عذاب ' کا ماخذ ہیں زیر کرنا اور دنیاوي تعلقات کي زنجیر کو توڑ کر روح کو آوا گون کے سلسلہ سے آزاد کر دینا - دنیا نگارخانہ آرزو ہے اور انسان فریب خوردۂ ہوا و ہوس - خواہش یا ترشنا تعلق دنیوي کی جڑ ہے - جب خواہش نہ رہےگي تو دنیا کا تعلق بھی نہ رہےگا - اور جب دنیا کا تعلق نہیں رہا تو روح کو جنم لینے کي ضرورت باقي نہیں رہتی -

اُس وقت مذہب کي زبان سنسکرت تھی ' اور آریوں کے اعلیٰ طبقہ کے لئے مخصوص تھی - اور برہمن ہی اس کو سمجھ سکتے تھے اور سمجھا سکتے تھے ' مگر گوتم بدھ نے جو کچھ کہا وہ عوام کی زبان میں کہا ' چنانچہ بودھ مت کي کتب مقدسہ پالي زبان میں ہیں ' جو اُس زمانہ میں مگدھ یا بہار میں رائج تھي - گوتم کي تعلیم عوام کے لئے نہیں بلکہ خواص کے لئے تھي ' اور نجات کا راستہ ہر شخص کے لئے بلا قوم یا ذات کي تفریق کے کھلا ہوا تھا - نجات کا وسیلہ یگ اور تپ نہیں ' بلکہ ہر شخص کا روزمرہ کا چال چلن اور افعال و اقوال قرار دئے گئے - اس کا لازمي نتیجہ یہ تھا کہ ذاتوں کي تفریق کي مذہبي بنیاد ہل گئي ' برہمنوں کے تکبر کو سخت

صدمہ پہونچا ' اور ان کي فضیلت تقویم پارینہ ہو گئي -
اس وقت بھي جن ملکوں میں بودھ مذہب رائج ہے '
مثلاً لنکا ' برھما ' سیام ' وغیرہ ' وھاں نہ ذات کي تفریق ہے '
نہ کھانے پینے کي چھوت چھات ' نہ برھمنوں کی طرح
کوئي گروہ جنت کا موروثی دربان اور انسان کا موروثي
شفیع ہونے کا دعوی کرتا ہے -

تیسري صدي قبل مسیح بودھ مت کے عروج کا زمانہ تھا -
چندر گپت کا پوتا اشوک اس وقت مگدھ کا راجہ تھا -
اس نے بودھ مت کی اشاعت میں بڑي کوشش کی
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مذہب چین اور جاپان ' لنکا '
برھما ' اور سیام ' افغانستان ' اور ترکستان تک پھیل گیا - اگر
تعصب اور انانیت کو چھوڑ کر گوش ھوش سے سنئے تو بعض
بڑے بڑے مذاھب میں جو اس وقت ایشیا اور یورپ
میں پھیلے ھوے ھیں بودھ مت کے عقائد اور اس کے
قانون اور دستور کا اثر آواز باز گشت کی طرح آپ کو
سنائي دے گا -

سیکڑوں برس تک یہ مذہب ھندوستان پر غالب
رھا ' اور جب اس کا زوال شروع ھوا اور ھندو مذھب
نے عود کیا تو آٹھویں صدي تک دونوں مذھب ساتھ
ساتھ ھندوستان میں جاري رھے ' مگر بودھ مت کے بادشاھوں
نے کبھی کسي کو زبردستي اپنے مذھب میں شامل کرنے
کي کوشش نہیں کی ' اور نہ کبھي اختلاف مذھب کي
بنا پر خونریزي کي نوبت آئي - ھاں ' اگر غور سے دیکھئے

تو یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بودھ مت کے بعض عقائد اور اصول قوم کے دل و دماغ میں اس طرح سے سرایت کر گئے تھے کہ اس مذہب کے زوال کے بعد وہ ہندو مذہب کا جزو بن گئے، اور آج بھی ان کا اثر ہندوؤں کی مذہبی اور سوشل زندگی پر موجود ہے -

بودھ مذہب کے زوال کے وہی اسباب تھے جو عموماً مذہبوں کے زوال کے ہوا کرتے ہیں - گوتم بدھ کی روحانی تعلیم کو تو لوگ بھول گئے اور اس کی جگہ بدھ کی مورتوں کو پوجنے لگے، معنی اور مطلب فراموش ہو گئے، محض الفاظ کا گورکھ دھندا رہ گیا، اور الفاظ کے اختلاف پر فرقے اور جتھے قائم ہونے لگے - چوتھی صدی عیسوی میں جب گپت خاندان کے راجہ شمالی ہندوستان میں حکومت کرتے تھے اس وقت بودھ مذہب کا زوال اور ہندو مذہب کی نئی زندگی شروع ہو گئی تھی - آٹھویں صدی عیسوی میں شنکراچارج کے اقبا کا ستارہ چمکا اور اس کے وعظ اور تلقین کا یہ اثر ہوا کہ کدارناتھ سے رامیشورم تک اور جگناتھ سے دوارکا تک ہندو مذہب کا ڈنکا بج گیا - مگر جو مذہب اب رائج ہوا وہ قدیم آرین مذہب سے مختلف تھا - ویدوں اور شاستروں کو اب بھی لوگ مانتے تھے اور ان کی عظمت کے قائل تھے، مگر دلوں پر مہابھارت اور رامائن کا سکہ چلتا تھا اور پرانے دیوتاؤں کی جگہ رام اور کرشن کے اوتاروں نے لے لی تھی - اس تبدیلی کے ساتھ بھکتی کے عقیدہ کا رواج ہوا - کرم اور گیان "تپس" اور ریاضت

سے لوگ واقف تھے ' اور ان کو برت چکے تھے - اب بھکتي نے لوگوں کے دلوں کو اور دلوں کے جذبات کو اپني طرف کھینچنا شروع کیا ' اور بارھویں صدي سے سولھویں سترھویں صدي تک جو مذھبي پیشوا ھوے انھوں نے نہایت زور شور سے اسي عقیدہ کو سراھا اور اس کی اشاعت کي - شمالي ھندوستان میں رامانند اور ان کے چیلے کبیر ' تلسي داس اور سور داس ' بنگال میں چیتن ' پنجاب میں نانک ' اور دکن میں تکارام اس بھکتي کے مذھب کے رواج دینے والے تھے - چونکہ اس تحریک کے موجد اور اشاعت دینے والے اکثر ویشنو تھے اس واسطے ھندوستان میں یہ تحریک انھیں کے نام سے موسوم ھے ' اور انگریزي مؤرخ بھي اس کو ویشنوازم کہتے ھیں -

یہ بھکتی کي تحریک گیتا کے زمانہ سے شروع ھوتي ھے - بھکتي وھي چیز ھے جس کو صوفي عشق الھی کہتے ھیں - کرم کانڈ کے پوجا پاٹھ اور گیان مارگ کے بکھیڑوں سے بھکت یکساں آزاد ھے - محض محبت کا جذبہ اس کے واسطے کافي ھے ' اور اس کو وہ دنیا اور آخرت کا سرمایہ سمجھتا ھے - مآل زندگی تو اس کا وھي ھے جو ھر ھندو کا ھے ' یعني آوا گون کي قید سے آزاد ھوکر موکش یا نجات حاصل کرنا - لیکن اس کے حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس بس ایک بھکتي کا ذریعہ ھے جو اس کی ساري روحاني زندگي پر حاوي اور محیط ھے ' اور جس کے کیف و سرور پر وہ بے تامل دنیا اور عقبی کو قربان کرنے کو تیار ھے -

جس تحریک کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ کئی باتوں میں اس تحریک سے ملتی جلتی ہے جو سولہویں صدی میں پروٹسٹنٹزم کے نام سے یورپ میں جاری ہوئی تھی - یورپ میں پاپائے روم کو یہ دعویٰ تھا کہ مذہب کے معاملہ میں اس کا فیصلہ قطعی اور ناطق ہے ' اور اس کے حکم کی نافرمانی خدا کے حکم کی نافرمانی ہے - ہمارے ملک میں قریب قریب یہی دعویٰ برہمنوں کا تھا ' اور ذات کی تفریق اُس پر مزید کریلا اور نیم چڑھا - بھکتوں نے یہ بتلایا کہ مذہب خدا اور بندہ کا واسطہ ہے ' چاہے وہ کیسی ہی نیچی ذات کا کیوں نہ ہو بلا کسی اونچی ذات والے کی مدد کے بندہ اپنے خالق تک پہونچنے کا مجاز ہے - ان بھکتوں کے سیکڑوں اقوال ایسے ملیں گے جن میں برہمنوں کی نخوت اور گھمنڈ کا مضحکہ اُڑایا گیا ہے ' اور ذات کی تفریق کو بے معنی اور لا طائل بتایا گیا ہے - صرف یہی نہیں بلکہ کبیر اور نانک نے تو ہندو مسلمان کے فرق کو بھی مٹا دینا چاہا ہے - ہندؤوں کے سوشل نظام کی بنیاد ذات کی تفریق پر ہے ' اور یہ نظام کچھ ایسا مضبوط ہے کہ بھکتوں کی کوشش بھی اس کو نہ توڑ سکی - لیکن یہ ضرور ہے کہ جنوبی ہندوستان کے مقابلہ میں شمالی ہندوستان میں برہمنوں کا تکبر اور چھوت چھات کی سختی کم ہو گئی ہے - اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ گو دیوی دیوتا اب بھی مانے جاتے ہیں اور بت پرستی ہندؤوں میں جاری ہے ' تاہم ان بھکتوں اور سنتوں کے اقوال زبانزد خلائق ہیں ' اور بت پرستوں سے

اگر جرح کیجئے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنی جہالت کے باوجود ایک ایشور یا پرماتما یا بھگوان کو ان تمام مظاہر سے اعلیٰ اور برتر جانتے ہیں - پاپائے روم کے مذہب میں انجیل کی زبان لاطینی تھی' جس طرح ہندؤوں کی مقدس کتابیں سنسکرت میں لکھی ہوئی تھیں - جرمنی کے پروٹسٹنٹ لیڈر لوتھر نے جرمن زبان کو اپنا آلہ کار بنایا - اور اس کی تقلید دیگر ممالک فرنگ میں کی گئی کیونکہ ان لوگوں کی اپیل علما کے گروہ کے خلاف عوام کے سامنے پیش تھی - گوتم بدھ نے پالی زبان میں وعظ دیا تھا - اسی طرح ہندوستان کے سنتوں اور بھکتوں نے سنسکرت کو چھوڑ کر ہندی' مرہٹی' بنگالی' اور پنجابی میں اپنے خیالات کی اشاعت کی' اور ان کو صرف شاہی محلوں اور عظیم‌الشان اور مقدس مندروں میں نہیں بلکہ غریب نادار جاہل دیہاتیوں کے جھونپڑوں اور چھپروں میں پھیلایا - کبیر صاحب فرماتے ہیں :

سنسکرت ہے کوپ جل بھاشا بہتا نیر

(سنسکرت بندھا ہوا پانی ہے' بھاشا بہتا ہوا پانی ہے)

ہندوستان کی ان زبانوں کی داغ بیل انہیں بھکتوں کی ڈالی ہوئی ہے' اور ان کی ساکھیاں اور شبد (ملفوظات)' ان کے بھجن اور گیت' اب تک ان زبانوں کے تمغائے افتخار ہیں - ایک بات جس پر ویشنو بھکت بہت زور دیتے ہیں اور جس کو وہ بہت اہم سمجھتے ہیں دل کی صفائی اور من کا پریم ہے - ان کے نزدیک صداقت اور محبت کے مقابلہ میں

پوجا پاٹھ کی نمائش اور یوگ اور تپ کی ورزش بالکل ہیچ ہیں - اگر دل صاف ہے اور طالب صادق ہے تو ایشور کا ملنا آسان ہے · اگر دل صاف نہیں ہے تو مذہب کے دستور اور ریاضت کی سختی فضول اور بےکار ہیں - دنیا والے ان سے مرغوب ہو جائیں تو ہو جائیں مگر خدا نہیں ملتا -

ھندو مذھب کے اُصول

ھندو مذھب کي بنا ویدوں پر ھے ۔ اور ویدوں کو ھندو کلام الھي سمجھتے ھیں - رِگ وید سب سے پرانا سمجھا جاتا ھے - ویدوں میں مختلف دیوتاؤں کا ذکر ھے ، مثلاً اندر ، اگني ، یم ، ورن ، وغیرہ - لیکن اسي کے ساتھ یہ خیال بھي موجود ھے کہ یہ متعدد دیوتا کسي ایک ذات میں مظہر ھیں ۔ چنانچہ ایک مقام پر لکھا ھے کہ ایک ذات واحد کو رشي مختلف طریقوں سے بیان کرتے ھیں - وہ اس کو کبھي اگني کہتے ھیں ، کبھي یم اور کبھي ماترِشون - ویدوں سے آگے بڑھ کر جب ویدانت اور اُپنشدوں کے زمانہ میں حکیمانہ خیالات کا چرچا ھوا تو ھمہ اوست سے گذرکر ھمہ اوست کے فلسفہ کی طرف رجحان ھوا ۔ اور ھندو پرماتما اور جیو آتما ، خالق اور مخلوق کو ایک واحد شے سمجھنے لگے - موکش یا نجات کے معني یہ قرار پاے کہ جیو آتما یا روح انسانی ترقي کرتے کرتے پرماتما میں مل جاے - جتنے مذھب کہ ھندوستان میں پیدا ھوے ھیں ، ھندو ، بودھ ، اور جین ، وہ سب روح انساني کو آوا گون یا تناسخ کے قانون کا تابع سمجھتے ھیں - ان کا عقیدہ ھے کہ روح لا زوال ھے - وہ صرف ایک ھي مرتبہ قالب خاکي اختیار کرکے دنیا سے الگ نہیں ھو جاتی ، بلکہ جیسے اعمال

اس کے ایک زندگی میں ہوتے ہیں ان کے مطابق اس کو دوسرا جنم لینا پڑتا ہے ' اور یہ آوا گون کا سلسلہ لا متناهي ہے - گیتا کے دوسرے ادھیائے کے بائیسویں منتر میں کرشن جي فرماتے ہیں " جیسے انسان پرانے کپڑے اُتار کر نئے کپڑے پہنتا ہے ' ویسے ہي آتما پرانے جسموں کو چھوڑ کر نئے جسموں میں دخل کرتي ہے " - [بھگوت گیتا کا اردو ترجمہ از راے بہادر پنڈت جانکي ناتھ مدن - پانچواں ادیشن - صفحہ ۴۹ -] ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپني زندگي اس طرح سنوارے کہ دوسرا جنم پہلے جنم سے بہتر ہو ' اور دوسرے جنم میں اس کو ترقي کرنے کا اور زیادہ موقع ملے - غرض یہ ہے کہ ترقي کرتے کرتے روح اس درجہ پر پہونچ جائے کہ پھر اس کو دنیا میں جنم لینے کي ضرورت نہ رہے ' اور اس کو موکش یا نجات کی پدوي (درجہ) مل جاے - ہندوستاني مذاهب کے عقائد کي بنیاد اسي آوا گون کے مسئلہ پر ہے ' اور ہندو بودھ اور جین تینوں کی زندگي اسي اصول کے تابع ہے - ان کی ہزاروں برس کي زندگی میں ان مذہبوں کے علم و عمل میں مختلف قسم کي تبدیلیاں ظہور میں آئیں ' مگر یہ عقیدہ ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں اُن پر مسلط رہا - اس کے استحکام اور عام پسندي کي ایک بڑي وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ دنیاوی پریشانیوں اور تکلیفوں کے لئے تشفی بخش وجوہ فراہم کر دیتا ہے - اگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بدکار شخص دنیا میں سرسبز ہے ' یا ایک شریف اور نیک

آدمی مصیبت میں مبتلا ہے ' تو ہم کو خواہ مخواہ اُلجھن ہوتی ہے کہ ایسی نامناسب اور بے جوڑ بات کیوں وقوع میں آئی ؟ خالق ارض و سما نے اس ناانصافی کی اجازت کیوں دی ؟ آوا گون کے ماننے والوں کی تشفی اس طرح ہو جاتی ہے کہ موجودہ جنم کی حالت ' راحت ہو یا مصیبت ' پرانے جنموں کے کرموں کا مجموعی نتیجہ ہے - انسان کا کوئی فعل ایسا نہیں کہ جو وقوع میں آئے اور اپنا نتیجہ نہ پیدا کرے - جو نیک آدمی اس وقت مصیبت میں مبتلا ہے اس کی مصیبت غالباً اگلے جنموں کی بدکاریوں کا نتیجہ ہے ' اور جو برا آدمی آرام اور چین سے زندگی بسر کرتا ہے وہ اپنے پچھلے جنموں کے نیک اعمالوں کا فائدہ اُٹھا رہا ہے - ایک گروہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ ترشنا یا خواہش انسان کے واسطے اس لئے مضر ہے کہ خواہش کے حصول کے لئے اس سے مختلف افعال سرزد ہوتے ہیں ' اور ہر فعل اپنا اثر پیدا کرتا ہے ' جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ روح کا تعلق دنیا سے مضبوطتر ہوتا جاتا ہے - افعال اچھے ہوں یا برے ان کے نتائج کو پورا کرنے کے لئے روح کو ضرور جنم لینا پڑے گا - لہذا اگر آوا گون سے نجات حاصل کرنی ملظور ہے تو پہلی شرط یہ ہے کہ ترشنا یا خواہش کو ترک کیا جاے ' اور اس ترک کے مسئلہ میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا ہے کہ —

ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولا ترک ترک

جہاں تک میں نے اس مسئلہ کو سمجھا ہے ہندو یہ

نہیں کہتے کہ روح گذشتہ جنموں کے اعمال سے اس طرح جکڑی ہوئی ہے کہ نئے جنم میں اسے مطلق آزادی نہیں حاصل ہے - وہ سمجھتے ہیں کہ ایک حد تک ضرور ہر روح نئے جنم میں اپنے پرانے اعمال سے متاثر رہتی ہے مگر اس حد کے اندر اس کو آزادی حاصل ہے - اس کو یوں سمجھئے کہ اگر کوئی شخص مفلس گھر میں پیدا ہوا ہے تو اس افلاس کا ایک حد تک اس پر اثر پڑے گا مگر اس حد کے اندر اس کو کوشش اور سعی کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے - یا کوئی شخص گرم ملک میں پیدا ہوا ہے اور کوئی سرد ملک میں - کوئی ایسے ملک میں جو آزاد ہے - کوئی ایسے ملک میں جو غیر قوم کے تابع ہے ان حالتوں میں گرمی اور سردی - آزادی اور محکومی کا اثر ان اشخاص کی زندگی کو خاص خاص حدوں میں محدود کر دے گا - مگر ان حدوں کے اندر ان کو ترقی یا تنزل کا پورا اختیار ہے - ایک اور مثال اس کی شطرنج کا کھیل ہے - کھیلنے والا چند قواعد کا پابند ہے اور ان قواعد کی حد کے باہر نہیں جا سکتا - مگر قواعد کی حد کے اندر اس کو اپنی ذکاوت سے بازی جیتنے کا پورا حق حاصل ہے - جبر بھی ہے اور اختیار بھی - اور دونوں کے لئے حدود مقرر ہیں - یہ ہے مسئلہ جبر و اختیار کا حل جو ہندوستانی ذہانت نے دنیا کے رو برو پیش کیا ہے -

آوا گون یا تناسخ کی بنا پر حکمائے ہند نے وجود انسانی کے ایک دلچسپ مگر نہایت دقیق عقد کے حل کرنے کی کوشش کی ہے - یہ مسئلہ ہے بجائے خود نہایت پرمغز اور

معنی خیز' اور غالباً اسی وجہ سے دوسرے مذاهب میں بھی کبھی کبھی اس کا تذکرہ سنا جاتا ہے - اسلام کے بہتر فرقوں میں ایک فرقہ متناسخیہ بھی تھا جس کی نسبت صاحب غیاث‌اللغات لکھتے ہیں کہ "متناسخیہ گویند چون جان از قالب بر آید رواست کہ در کالبد دیگرے در آید" - [غیاث اللغات مطبوعہ منشی گلاب سنگھ ۱۸۹۱ صفحہ ۴۹۶] - ملک شام کے موجودہ اسلامی فرقوں میں نصیری اور دروز تناسخ میں اعتقاد رکھتے ہیں [۲] -

مولانا روم کے مشہور اشعار ہیں —

آمدہ اول بہ اقلیم جماد
وز جمادی در نباتی اوفتاد
سالہا اندر نباتی عمر کرد
وز جمادی یاد ناورد از نبرد
وز نباتی چون بہ حیوان اوفتاد
نامدش حال نباتی ہیچ یاد
جز ہمان میلے کہ دارد سوے آن
خاصہ در وقت بہار ضیمران
ہمچو میل کودکان با مادران
سر میل خود نداند در لبان

* (1) Taylor : Primitive Culture, vol. II, p. 15. Fourth edition. 1903. (Murray).

(2) Henri Lammens : Islam. pp. 168 and 172 (Methuen).

ہمچنین اقلیم تا اقلیم رفت
تا شد اکنون عاقل و دانا و زفت

(سوانح مولانا روم مولفہ مولانا شبلی نعمانی صفحہ ۲۰۰)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :

تو ازاں روئے کہ در ہست آمدی
آتشی یا خاک یا بادی بدی
گر بدان حالت ترا بودی بقا
کے رسیدی مر ترا این ارتقا
از مبدل ہستی اول نماند
ہستی دیگر بجاے او نشاند
ہمچنین تا صد ہزاران ہستہا
بعد یک دیگر دوم بہ از ابتدا

(سوانح مولانا روم مولفہ مولانا شبلی نعمانی صفحہ ۱۵۶)

ایک اور شعر بھی آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے--

ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام
ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

فارسی کا ایک دوسرا شاعر ابن یمین کہتا ہے --

زدم از کتم عدم خیمہ بہ صحراے وجود
از جمادی بہ نباتی سفرے کردم و رفت
بعد ازانم کشش نفس بہ حیوانی برد
چون رسیدم بوے از وے گزرے کردم و رفت

بعد ازاں در صدف سینۂ انسان بہ صفا
قطرۂ ہستی خود را گہرے کردم و رفت
با ملائک پس ازاں صومعۂ قدسی را
گرد برگشتم و نیکو نظرے کردم و رفت
بعد ازاں رہ سوے اُو بردم وچون ابن یمین
ہمہ او گشتم و ترک دگرے کردم و رفت

(شعرالعجم مصنفہ مولانا شبلی نعمانی حصہ دوم صفحہ ۳۰۲)

میں یہ نہیں کہتا کہ ان بزرگوں نے تناسخ کے مسئلہ کو بالکل اسی طرح مان لیا تھا جس طرح کہ ہندؤوں کا آوا گون کا عقیدہ ہے، مگر یہ کہنا ہٹ دھرمی ہے کہ ان اشعار میں اس مسئلہ کی جھلک نہیں دکھائی دیتی - انیسویں صدی میں بعض فرنگی حکما کا رجحان اس طرف تھا، اور تھیاسوفسٹ گروہ نے تو آوا گون کے مسئلہ کو ری انکارنیشن (Re-incarnation) کے نام سے اپنے عقائد میں شامل کر لیا ہے -

اس جگہ شاید یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ گو ہندو مختلف دیوی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں لیکن ان کو مشرک سمجھنا غلطی ہے - ویدوں میں ایک رشی نے کہا ہے "ایک ہستی ہے جس کو لوگ مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں - کوئی اگنی کہتا ہے، کوئی یم، کوئی ماترِشون" - کوئی ہندو ایک سے زیادہ خدا کو نہیں مانتا - اُسے کسی نام سے پکارئے، ایشور کہئے یا بھگوان کہئے یا پرماتما کہئے، وہ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں

هے - جاهل سے جاهل گنوار سے بهی آپ پوچهئے تو وہ یهی کہے گا دیوي دیوتاؤں کو وہ مانتا هے ' اوتاروں کي کتهائیں سنتا هے ' گانوں میں پیپل کے درخت کے نیچے پتهروں کو پوجتا هے ' مگر وہ خوب سمجهتا هے کہ دیوي دیوتاؤں سے اوتاروں اور پتهر کے ٹکڑوں سے الگ اور پرے ایک هستي هے جو سب سے افضل هے ' جس نے ان سب کو پیدا کیا هے ' جس کو آنکهیں نهیں دیکھ سکتیں ' جو دماغ میں نهیں سما سکتي ' اور جس کي هر شخص اپنے اپنے طریقه سے پرستش کرتا هے - ایکم برهمیوادویتیم एकं ब्रह्मैवाद्वितीयम् مشهور اور قدیم مقوله هے - اس کے معني ٹهیک وهي جو الا اللّٰه کے هیں ' یعنی برهم ایک هے دوسرا نهیں - پنڈت بشن نراین در صاحب مرحوم کے ذهن میں غالباً یهي خیال تها جب انهوں نے اپني نظم "عظمت هند" میں یه شعر کها تها —

هم مقدم هیں خبر هم کو مؤخر کي بهی
جب کہ قرآن نه تها حافظ قرآن هم تهے

شاید یه کها جاے کہ هندؤں کے یهاں مختلف دیوي دیوتاؤں کی پوجا کا رواج هے اور وہ بتوں کو پوجتے هیں - اس طرح کے توهمات هر مذهب کے پیروؤں میں پائے جاتے هیں - اسلام نے توحید کي کس سختي کے ساتهہ تاکید کي تهي ' تاهم مسلمانوں میں قبر پرستي اور پیر پرستی کا رواج هے ' اور ایسی رسمیں رائج هیں جن کو مسلمان

علما بدعت سے تعبیر کرتے ہیں اور جن کی مخالفت نجد کے وهابی اس زور شور سے کر رهے ہیں - مسلمانوں میں ایک فرقہ نصیریوں کا ہے جو حضرت علی کو خدا مانتا ہے - فرنگستان کے عسائیوں کے عقائد کی بنیاد تثلیث پر ہے ' اور یونی‌تیرین (Unitarian) فرقہ کے معدودے چند ممبر عیسائی کلیسا سے خارج سمجھے جاتے ہیں - رومن کیتھولک مذهب والوں کے گرجاؤں میں برابر تصویریں رکھی جاتی ہیں اور ان کے یہاں Saints یعنی پیروں کی پرستش هوتی ہے ' تاهم عسائیوں کو کوئی مشرک نہیں کہتا -

دوسرا اهم مسئلہ جو هندو مذهب سے وابستہ ہے ورن آشرم یا ذات کی تفریق کا ہے جس کو انگویزی میں کاست سسٹم (Caste System) کہتے ہیں - غالباً شروع میں قومی فرور کی بنا پر یہ تفریق پیدا هوئی هوگی جس طرح آج جنوبی افریقہ اور امریکا میں اهل فرنگ حبشیوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان سے الگ رهتے ہیں - اسی طرح هندوستان میں فاتح کی حیثیت سے داخل هوکر آریوں نے بھی اپنی نخوت اور تکبر کا اظہار غیر آریہ مفتوح قوموں کے مقابلہ میں کیا هوگا - یہ تفریق کا پہلا زینہ تھا - اس کے بعد قوم کے فرق سے گزرکر آریوں میں مختلف پیشہ والوں کی مختلف ذاتیں قائم هو گئیں - پہلے پہل چار ذاتیں برهمن ' چھتری ' ویش ' شودر کے نام سے قائم هوئیں - اس کے بعد ذاتوں کی تعداد اس قدر بڑھی کہ آج ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے - اگر ایک ذات کے لوگ کسی

وجه سے اپنی آبائی سکونت چھوڑ کر کسی نئی جگه جا بسے تو بس ان کی ایک نئی ذات قائم هوئی اور اس گروه نے اپنے تئیں اس ذات کے پرانے گروه سے الگ کر لیا - هندؤوں کا سوشل نظام ذاتوں کا ایک گورکھ دھندا هے جس کے بدیهی دو اصول هیں - ایک یه که شادی ذات کے باهر نهیں هو سکتی، اور دوسرے یه که ایک ذات کا آدمی دوسری ذات والے کے ساتھ، کھانے پینے سے پرهیز کرتا هے، حتیٰ که بعض ذاتیں ایسی هیں جو اچھوت کہلاتی هیں اور جن کو وه لوگ جو اپنے تئیں بزعم خود اونچی ذات والا سمجھتے هیں چھونے سے بھی پرهیز کرتے هیں - یه تفریق موروثی هے - نیچی ذات والا چاهے کیسا هی قابل اور نیک کردار کیوں نه هو کبھی اونچی ذات میں ترقی نهیں پا سکتا، اور اونچی ذات والا کیسا هی بدکردار کیوں نه هو اپنی ذات سے نیچے نهیں گرایا جا سکتا - کہا جاتا هے که اس تفریق کے روحانی اسباب هیں جس طرح دنیا میں ذهن، محنت اور تجربه سے انسان درجه به درجه ترقی کر سکتا هے اور چھوٹے درجے سے اونچے درجے پر پهونچ سکتا هے اسی طرح روح آوا گون کے سلسله میں ذاتوں کے مختلف مدارج طے کر سکتی هے - مثلاً جو روح غیر مهذب اور غیر تربیت یافته هوگی وه پهلے شودروں کی نیچی ذات میں پیدا هوگی - اگر اس زندگی میں اس نے اچھے کرم کئے تو اس کا دوسرا جنم کسی اونچی ذات میں هوگا، اور اسی طرح رفته رفته اس کو ترقی کا موقع ملےگا - مگر مشکل یه هے که اگر اقوال اور افعال

کي ميزان ميں تولي جائيں تو بہت سي برهمنوں کی روحيں شودروں سے بدتر اور بہت سي شودروں کي روحيں برهمنوں سے برتر نظر آويں‌گي - کيا اس کے يہ معني هيں کہ عالم ارواح ميں ايسي پريشاني اور برهمي پيدا هو گئي هے کہ روحيں اپني قابليت اور لياقت کے مطابق اونچي نيچي ذاتوں ميں جنم نہيں پاتيں؟ اگر ايسا هے تو ذات کي تفريق کی روحاني بنياد قائم نہيں رهتي، اور نہ دنيا کا سوشل نظام ذاتوں کي تفريق پر قائم رہ سکتا هے -

اس ذات کي تفريق کا هندو قوم پر جو اثر هوا وہ ظاهر هے - نہ صرف يہ کہ اس کي بنياد سراسر ناانصافي پر هے، بلکہ اس کی وجہ سے هندؤں کا شيرازہ بالکل بکهر گيا هے، اور هندو قوم پاشاں و پريشاں هو گئي هے - اتفاق اور يکجہتي، مل‌کر کام کرنے کي قوت، ان ميں زائل هو گئي هے، اور ان کي هزاروں برس کي تاريخ ميں قدم قدم پر هندؤں کے سوشل نظام کي کمزوري محسوس هوتي هے -

تيسرا اصول آشرم دهرم کا هے - آشرم چار قائم کئے گئے هيں - اول برهمہ چرج يا طالب علمي کا زمانہ - اس زمانہ ميں طالب علم کا فرض تها کہ گرو کے يہاں رہ کر تعليم حاصل کرے - اس کے بعد درسرا آشرم گرهستي يا خانہ‌داري کا تها جب کہ طالب علم تعليم ختم کرکے شادی کرتا تها اور دنيادار کي حيثيت سے زندگي بسر کرتا تها - بڑهاپا آنے پر گهر بار چهوڑ کر وہ تيسرے آشرم ميں داخل هوتا تها اور وان پرستهہ کهلاتا تها - وان پرستهہ کا فرض تها کہ امور دنيوي سے کنارہ

کشي کرکے اپنا وقت روحاني زیاضت میں صرف کرے - آخری درجہ کا نام سنیاس ہے ' اور سنیاسي دنیا کے تمام تعلقات سے بري سمجھا جاتا ہے - یہ کہنا مشکل ہے کہ کوئی زمانہ ایسا تھا کہ جب کل ہندو قوم یا ہندو قوم کا بڑا حصہ اس آشرم دھرم کا پابند تھا ' لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے رہبروں اور پیشواؤں نے کس طرح کا آئیڈیل یعني معیار قوم کي رہنمائي کے واسطے بنایا تھا اور فرائض انساني کي تعین اور تنظیم کیسے اچھے اصولوں پر کي تھي - جاننے والے جانتے ہیں کہ اب آشرم دھرم کي پابندي یا تو ہوتي ہي نہیں یا نام کے واسطے ہوتي ہے - لڑکوں کا جنیو ضرور کیا جاتا ہے ' مگر محض ادائے رسم کے واسطے - برہم چرج کے اصول کي پوري نام کو بھی نہیں ہوتي - بچپن میں شادیاں کر دي جاتي ہیں اور طالب علم بننے سے پہلے لڑکا دنیادار بن جاتا ہے - سنیاسیوں کے گروہ لاکھوں کي تعداد میں موجود ہیں ' مگر ان میں ہزار میں سے شاید ایک بھي دنیا سے بے تعلق نہیں - مہنت ہیں ' جاگیردار ہیں ' گدی نشین ہیں ' عیش و آرام سے زندگي بسر کرتے ہیں ' فسق و فجور میں مبتلا ہیں - اگر ان کا سوسائٹي پر کوئي اثر ہے تو یہ کہ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں - ہاں ' ایک بات ضرور ہے ' اور یہ غالباً اسي آشرم دھرم کي تلقین کا اثر ہے جو ہندؤوں کے رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے کہ باوجود ریاکاري کي کثرت کے اب بھي امیر سے امیر اور اونچے سے اونچے طبقے میں کبھي کبھي ایسے لوگ نکل

آتے ہیں جو دنیاوی تعلقات کو ٹھوکر مار کے سچے اور صحیح معنوں میں فقیرانہ زندگی اختیار کر لیتے ہیں - یہ بات اہل فرنگ کے لئے غالباً ممکن نہیں -

چوتھا اصول جس پر ہندؤوں کا اعتقاد ہے اور جس پر، سب کا نہیں، تو بہت سے ہندؤوں کا عمل ہے وہ اہنسا ہے - ہنسا کے معنی ہیں ایذا پہونچانا یا قتل کرنا · اور اہنسا کے اصول کی تلقین یہ ہے کہ کسی جاندار کو ایذا نہ پہونچائی جاے - جین مت والے اس اصول کو سب سے زیادہ مانتے ہیں - ہندؤوں میں کروروں آدمی غالباً ایسے ہیں جو گوشت کھانا گناہ سمجھتے ہیں - ویدوں کے زمانہ میں قربانی کا بہت رواج تھا ، مگر بودھ مت اور جین مت کے اثر نے اس کو رفتہ رفتہ بہت کم کر دیا - ہندؤوں کے بعض فرقوں میں قربانی اب بھی جزو مذہب سمجھی جاتی ہے، مگر ہندو عام طور سے خصوصاً برہمن اور ویش قربانی اور ہنسا سے پرہیز کرتے ہیں ، اور ان کو برا سمجھتے ہیں- گوشت خوار فرقوں میں بھی گوشت نہ کھانا افضل سمجھا جاتا ہے ، اور ان میں بھی جن لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف زیادہ ہوتا ہے وہ گوشت کھانا چھوڑ دیتے ہیں- بعض لوگ اہنسا کی پابندی میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ کرتے ہیں - سنا جاتا ہے کہ مغربی ہندوستان میں اہنسا کے ایسے پابند بھی ہیں جو کھٹملوں کو نہیں مارتے ، مگر رات کو اپنے تئیں ایذا سے بچانے کے لئے یہ التزام کرتے ہیں کہ دن کو مزدوروں کو اجرت دیکر چارپائیوں پر سلاتے ہیں - کھٹمل ان

کا خون پی کر سیر ہو جاتے ہیں اور رات کو چارپائیوں کے مالکوں کو نہیں کاٹتے - گیتا میں کرشن جی کی تعلیم کچھ اور ہے - وہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا دھرم اس کے لئے مقرر ہے۔ کسی شخص کو اپنا دھرم چھوڑ کر دوسرے کا دھرم نہ اختیار کرنا چاہئے - اور وہ ارجن کو جنگ کرنے کی ترغیب اس بنا پر دیتے ہیں کہ ارجن چھتری ہے اور حق کے واسطے لڑنا اور اپنے مخالفین کو قتل کرنا چھتری کا دھرم ہے - مجھے یاد آتا ہے کہ ایک مرتبہ اس مسئلہ کے متعلق ڈاکٹر اینی بسنٹ سے کسی نے بنارس میں یہ سوال کیا کہ شیر کو مارنا چاہئے یا نہیں - انہوں نے جواب دیا کہ تم گرہست ہو، اور ایسے موذی جانوروں کو قتل کرنا تمہارا فرض ہے۔ میں سنیاسی ہوں اور میرے یہاں سانپ تک کو مارنا منع ہے، مگر گرہست کا دھرم سنیاس کے دھرم سے الگ ہے - یہ بالکل صحیح ہے اور اگر یہ اصول مد نظر رکھا جائے تو اکثر غلط فہمیاں رفع ہو جائیں - میرے خیال میں ہندؤوں کے رسم و رواج میں بعض خرابیاں اس وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں کہ گرہستوں کی زندگی میں سنیاس کے اصول داخل کر دئے جاتے ہیں اور دنیاداروں کا طریق عمل درویشوں کے معیار سے جانچا جاتا ہے -

ہر اصول، ہر عقیدے، ہر انسانی فعل کے واسطے لازم ہے کہ اس کا نفاذ حدود متررہ کے اندر ہو، اور اس کی پابندی میں ایسا مبالغہ نہ کیا جائے جو عقل سلیم کے خلاف ہو، یا جو اصول کے مغز کو چھوڑ کر محض ظاہری نمائش کو

اپنا مسلک قرار دے - اهنسا کا اصول عمدہ ھے ' مگر کسي اصول کي پابندي میں اس طرح کا مبالغہ کرنا ھمیشہ ضرر رساں ھے ' کیونکہ ایسا کرنے سے اُس میزان تہذیب میں فرق آ جاتا ھے جس کے قیام پر انساني تمدن کا دار و مدار ھے - انساني تمدن مختلف اصول اور اعمال کا مجموعہ ھے - ھر اصول اور عمل اپني اپني جگہ پر صحیح ھے ' مگر جب اپني جگہ سے گذر جاتا ھے تو کل مجموعہ کو پریشان کرکے تمدن اور تہذیب کو بگاڑ دیتا ھے -

ھندو مذھب کا ایک اور نمایاں اصول رواداري یا ٹالریشن ھے - ھندؤوں کا عقیدہ ھے کہ راستے مختلف ھیں مگر منزل ایک ھے - انسانوں کے مختلف گروہ مختلف طریقوں کو اختیار کرتے ھیں ' مگر غرض و غایت سب کي ایک ھے - عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود - خدا خالق کائنات ھے - اس کا لطف و کرم اپنے سب بندوں پر ھونا چاھئے - آفتاب کي حرارت ' چاندني کي ٹھنڈک ' موسموں کا تغیر ' کسي خاص گروہ کے لئے مخصوص نہیں - ھاں ' یہ ھو سکتا ھے کہ کسي باغ کي آرائش گلاب اور چنبیلي سے ھو ' اور کسي کي گل داؤدي اور گل نیلوفر سے - کہیں انگور اور انار پیدا ھوں ' اور کہیں آم اور انجیر - لیکن یہ بات ھندؤوں کي سمجھ میں نہیں آتي کہ خلاق عالم کسي ایک قوم کو ایک خاص مذھب کي تلقین کرے اور باقي اقوام کو کفر و جہالت میں مبتلا رکھے ' اور پھر ان کے واسطے اس کفر و جہالت کي سزا مقرر کرے - گیتا میں لکھا ھے ''جو لوگ جس طرح میرے پاس

آتے ہیں میں اسی طرح ان سے ملتا ہوں - اے ارجن ' مَنُش لوگ ہر طرح میرے راستے پر آتے ہیں " - تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ مذہب کی بنا پر دنیا میں جس قدر کشت و خون ہوا ہے شاید ہی کسی اور وجہ سے ہوا ہو - فرنگستان میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے جھگڑے صدیوں تک قائم رہے ' بادشاہوں میں جنگ و جدل ہوئی ' صوبے کے صوبے اور ملک کے ملک ویران کئے گئے ' پروٹسٹنٹ کو کیتھولک جلاتے تھے ' اور کیتھولک کو پروٹسٹنٹ طرح طرح کی ایذائیں پہونچاتے تھے - اسلام میں بھی مذہبی عقائد کی بنا پر کافی خونریزی ہوئی ہے - سنی اور شیعہ ' اشاعرہ اور معتزلہ کے جھگڑوں سے کون واقف نہیں ؟ مگر ہندؤوں نے ان باتوں کو روا نہیں رکھا - یہ تو کہنا مشکل ہے کہ کسی ذی اثر فرقہ نے یا کسی ذی اثر حاکم نے کبھی اور کسی حالت میں اپنے اثر یا اپنی طاقت کا بیجا استعمال نہیں کیا ' لیکن اگر ایسا ہوا بھی تو اتنا کم کہ نہ ہونے کے برابر ہے - اور ہندؤوں کا یہ فخر بجا ہے کہ انہوں نے مذہبی اختلاف کی بنا پر کبھی خونریزی نہیں کی - آج کل بھی ہندو مسلمانوں کے جو قضئے سلسلے میں آتے ہیں اگر جرح و قدح کیجئے تو معلوم ہوگا کہ وہ مذہب کے جھگڑے نہیں ہیں ' بلکہ ان کی تہ میں قومی نخوت اور تکبر یا کوئی سیاسی حکمت کام کر رہی ہے - مذہب کی بنا پر سختی اور جبر تو اس وقت ہوتا ہے جب کسی خاص مذہب کے پیرو اس بات پر تُل جاتے ہیں کہ ایک

انہیں کا مذهب خدا تک پہونچنے کا ذریعہ ہے ' اور صرف وهي راز الهي کے امین هیں - جو لوگ ان عقائد سے هٹے هوئے هیں وہ خدا سے هٹے هوئے هیں' اور اس لئے سزا کے قابل هیں - جہاں تک عقائد مذهبی کا تعلق ہے هندؤوں کے یہاں پوری آزادي ہے' اور وہ عقائد کے اختلاف کي وجہ سے کسي کو گردن زدنی نہیں سمجھتے - انہوں نے محض نمائش کے لئے نہیں بلکہ در حقیقت' محض دماغ سے نہیں بلکہ دل سے ' اس مفہوم کو سمجھا ہے -

زمانہ بھر میں ہے اس کا جلوہ کبھي کسی جا کبھي کسي جا
وهي ہے کاشي کے مندروں میں وهی دیار حجاز میں ہے

میں اس سے پہلے کہ آیا هوں کہ آوا گون کا عقیدہ هندو مذهب کا جزو اعظم ہے - جس وقت تک دنیا سے تعلق قائم ہے هر روح اپنے اعمال کے مطابق بار بار پیدا هوتي رہےگي' اور جس وقت تک یہ سلسلہ قائم ہے اس کو نجات ابدي حاصل نہیں هو سکتي - نجات یا مکتي کے یہ معني هیں کہ آوا گون کا سلسلہ ٹوٹ جاے' اور روح یا جیو آتما اس قید سے آزاد هو جاے - نجات حاصل کرنے کے تین خاص راستے هیں' ایک کرم' دوسرے گیان ' تیسرے بھکتي - هندؤوں کي پراني کتابوں میں یگ اور قرباني کا ذکر آتا ہے ' جس سے معلوم هوتا ہے کہ یگ کي مذهبي رسم آریوں سے مخصوص تھي اور وہ اس کو اپنے دنیاوي اور روحاني مقاصد کے حصول کے واسطے ضروری اور اهم خیال کرتے تھے - کرم یا کرم کانڈ کے راستہ سے یہ مراد ہے کہ مذهب نے جو طریقے پوجا پاٹھ یگ یا قرباني کے مقرر

کر دئے ہیں اور جو قواعد زندگی بسر کرنے کے لئے ملضبط کر دئے ہیں ان کی پابندي کي جائے - سلدھیا، ترپن، تیرتھ یاترا، مرنے جینے کے سنسکار سب اس میں شامل ہیں - اس اصول کے مطابق اخلاق اور دھرم کا جو دستور العمل پیشوایان دین کي طرف سے کتب متدسہ میں مقرر کر دیا گیا ہے اس کي پابندی ہر انسان پر لازم ہے - اور یہي برکات دنیاوی اور نجات روح کا وسیلہ ہے - ہر مذہب کي تاریخ سے معلوم ہوتا ہے اور قیاس بتاتا ہے کہ آریوں کے مذہبي ارتقاء میں بھي ایک زمانہ وہ آیا ہوگا کہ جب اعتقاد میں ضعف آ گیا ہوگا اور پوجا اور یگ خلوص دل سے نہیں بلکہ محض نمائش یا پابندی رواج کے واسطے کئے جاتے ہوں گے آمد آورد سے بدل گئي ہوگي اور فرائض مذہبي پر تصلع کا رنگ چڑھ گیا ہوگا - اس وقت یہ کہا گیا کہ کرم کانڈ کا طریقہ ناقص ہے اور اصلیت سے دور - انساني کمزوریوں کي بنا آودیا یا ناواقفیت ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اصلیت کي طرف سے بے پروا ہے اور دنیا کي حرص و ہوا میں مبتلا - فاني اور غیر فاني میں تمیز کرنا اس کے لئے مشکل ہے - وہ نفس امارہ کی اطاعت میں منہمک ہے اور جو چیز کہ ابدی اور لازوال ہے اس کي فکر نہیں کرتا - یہ سب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان ناواقف اور جاہل ہے - اس کي دوا یہ ہے کہ وہ گیان یعنی حقیقت کا علم حاصل کرے - گیان کے حاصل کرنے کا ایک طریقہ یوگ ہے جس کا چرچا اور رواج ہندوستان میں عرصہ سے ہے - یہ طریقہ کرم کانڈ کی پابندیوں سے الگ

هے اور اس کا خاص جزو ریاضت هے، جس کا علم اور جس کا عمل یوگیوں هي سے حاصل هو سکتا هے - یوگي مذهب کي ظاهری نمائش اور رسم و رواج کي پروا نهیں کرتا - وہ علم لدني اور رموز روحانی کا متلاشی هے کیونکہ اسی علم و عمل کو ذریعۂ نجات سمجھتا هے - یوگیوں کے متعلق بهت سي روایتیں مشهور هیں، کوئي هوا پر اُڑتا هے، کوئي بغیر کهائے پئے صدیوں زندہ رهتا هے، کوئي جب چاهتا هے نظروں سے غائب هو جاتا هے، اور جب چاهتا هے ظاهر هو جاتا هے، وقت اس کے قابو میں هے اور بُعد منزل کي اس کے سامنے کوئي حقیقت نهیں - مگر یہ سب معجزے اور کرشمے جو عوام کو حیرت میں ڈال دیتے هیں سچے اور حقیقتي یوگي کے سامنے بازیگر کے تماشے سے زیادہ وقعت نهیں رکهتے - اس کي ریاضت کا مآل هے آوا گون سے آزاد هوکر نجات ابدي حاصل کرنا - دوران ریاضت میں اگر اس کو یہ حیرت انگیز قوتیں حاصل هو جاتي هیں تو هوں، وہ ان سفلی جهگڑوں میں پڑکر اپنے مقصد اعلیٰ کو نظر انداز نهیں کرتا، اور اپني تمام کوشش اور همت اسي مقصد کے حصول میں صرف کرتا هے - یوگ کے متعلق دو باتیں اور کهي جاتی هیں، اول یہ کہ یوگ کي راہ بهت کٹهن هے اور اس میں قدم قدم پر غلطی اور لغزش کا اندیشہ هے، لهذا کامیابی کی پهلي شرط یہ هے کہ سچے اور کامل مرشد کي تلاش کی جائے اور ریاضت کے مدارج مرشد کے قدموں کے نیچے طے کئے جائیں - دوسرے یہ کہ چونکہ یوگی کو فوق العادۃ طاقتیں حاصل هو جاتي هیں جن کا نامناسب استعمال سوسائٹي کے واسطے

ضرر رساں ہے ' اس لئے مرشد کو چاہئے کہ کسی کو چیلا بنانے سے پہلے اچھی طرح اس کی جانچ پرتال کر لے اور چیلا اسی کو بناوے جس کو اس کا اہل سمجھے- جس طرح ہم دنیا میں روز دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پہلوان ہے مگر وہ اپنی جسمانی قوت کا استعمال ناجائز کرتا ہے ' غریبوں اور کمزوروں کو دھمکاتا ہے ' اور ان پر ظلم کرتا ہے - یا کسی شخص کا ذہن نہایت رسا ہے ' مگر وہ اس کو اچھے کام میں لگانے کی جگہ اس سے جعل اور فریب کے مقدمے تیار کرتا ہے - اسی طرح اگر یوگی کا اخلاق اعلیٰ نہیں ہے اور نفس امارہ اس کے قابو میں نہیں ہے ' تو وہ یوگ سے حاصل کی ہوئی طاقتوں کا ناجائز استعمال کرے گا ' خلق اللہ کو اذیت پہونچائے گا اور اپنی روح کو تباہ کرے گا - اسی لئے گرو پر چیلے کی اہلیت کا امتحان لازمی کر دیا گیا ہے -

ان کے علاوہ تیسرا راستہ بھکتی کا ہے - اس میں نہ پوجا پاٹھ کی پابندی ہے ' نہ ریاضت کی ضرورت ' محض عشق الٰہی کافی ہے - اگر عاشق صادق ہے تو محض اس کا عشق اس کی نجات کے واسطے کافی ہے - گیتا میں بھکتی کی تعلیم و تلقین ہے ' اور ازمنہ وسطیٰ میں بنگال ' مہاراشٹر اور شمالی ہندوستان ' میں جتنے ویشنو مہنت ہوئے ' مثلاً رامانند ' کبیر ' نانک ' چیتن ' تکارام ' وغیرہ ' ان سب نے بڑے زور شور سے بھکتی کی ' تلقین کی اور سچے بھکتوں کی پریم کے بھاؤ یعنی محبت کے کیف کو یوگ کی ریاضت اور کرم کی پابندیوں سے افضل اور بارگاہ ایزدی میں مقبول تر بتایا -

بھکتي کا مطلب محض زبان سے نہیں سمجھایا جا سکتا، کیونکہ وہ محویت اور وہ انبساط، وہ کیف اور وہ سرور

آن شرح ندارد کہ بہ گفتار در آید

یہ کافي نہیں کہ انسان بھکتي کی ماھیت کو منطق کے دلائل اور دماغ کي قوت سے سمجھ جائے، بلکہ ضرورت اس بات کي ھے کہ پریم اور محبت کے ولولہ اور جوش کو وہ اپنے جذبات دلي اور واردات قلبیہ میں اس طرح تبدیل کرلے کہ دونوں میں کوئي فرق نہ باقي رھے، اور کسی کي تعلیم و تلقین سے نہیں بلکہ اپنے ذاتي تجربہ سے عشق الھي کي حقیقت اس پر روشن ھو جائے - یہي وہ کیفیت ھے جس کا نام ھندؤوں نے جیون مکت رکھا ھے - یہي وہ کیفیت ھے جس کے متعلق فارسی کا اُستاد کہ گیا ھے —

آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

یہي وہ آنند یعنی سرور کي حالت ھے جس کو ایک عیسائي درویش نے ان الفاظ میں بیان کیا ھے —

Peace that passeth understanding,

یعني آتما کی وہ شانتي اور وہ سکون قلب جو ادراک انساني سے بالاتر ھے - جس نے یہ پا لیا اس نے سب کچھ پا لیا - اس کو نہ پوجا پاٹھ کي ضرورت ھے، نہ نماز روزہ کي - یوگ اور ریاضت اس کے لئے تحصیل حاصل ھے، اور ویدوں اور شاستروں کي تعلیم قطعي بے ضرورت - کیا عجب ھے کہ مولوي معنوي نے اسي کیفیت کو سمجھا ھو اور اسي کي طرف اشارہ کیا ھو؟

من ز قرآن مغز را برداشتم
استخوان پیش سگاں انداختم

بے شک مغز کے حصول کے بعد درویش استخواں سے بے نیاز ہو جاتا ہے - اسی سلسلہ میں مایا کا ذکر کر دینا بھی لازم ہے - مایا کے معنی ہیں دھوکا - بہت سے ہندؤوں کا عقیدہ ہے کہ روح اور خدا، جیو آتما اور پرماتما اصل میں ایک ہیں - دنیا محض فانی ہی نہیں ہے بلکہ ایک دھوکا ہے جو جیو آتما کو پرماتما سے الگ کرتا ہے - جس طرح قطرہ دریا سے الگ ہوکر دریا کو بھول جاتا ہے اور خودی کے گھمنڈ میں اپنی چھوٹی سی ہستی پر ناز کرنے لگتا ہے، اور اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے، اسی طرح جیو آتما یا روح برہمہ یا خدا سے جدا ہو کر اپنی اصلیت کو بھول جاتی ہے اور مایا کے جال میں پڑ کر جو چیز فانی ہے، جس چیز کی کوئی اصلیت نہیں ہے اس کو غیر فانی اور اصلی سمجھنے لگتی ہے - اس ناواقفیت اور جہالت کو دور کرنے کے لئے ضرورت ہے گیان یا حقیقت کے علم کی - گیان کے حاصل ہونے کے بعد مایا کا پردہ اُٹھ جاتا ہے، اور حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے - اسی گیان کے حاصل کرنے کے لئے کوئی پوجا پاٹھ کرتا ہے، کوئی کتابیں پڑھتا ہے، کوئی ریاضت کرتا ہے، مآل ہر ایک کا وہی ہے، یعنی مایا کے پردہ کو ہٹا کر برہمہ گیان یاحقیقت کے راز سے آگاہی حاصل کرنا اور جیو آتما کو مایا کے دھوکے سے آزاد کرکے پرماتما میں ملا دینا- اسی کا نام نجات ہے، اور اسی کا نام مکتی ہے - ع

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا -

کبیر صاحب کے حالات

گیارھویں صدي عیسوي میں جنوبي ھندوستان میں ایک بزرگ رامانج نامي ھوئے ھیں - یہ ترچناپلي کے قریب سري رنگم میں رھتے تھے - انھوں نے ویدانت سوتر کي شرح لکھي جو "سري بھاش" کے نام سے مشھور ھے' اور شري سمپرداے کے نام سے ویشنووں کا ایک پنتھ چلایا جس کی بنیاد بھکتي پر ھے اور جس میں شریک ھونے کی عوام کو دعوت دي گئي - ذات کي تفریق تو ٹوٹ نہ سکي مگر رامانج نے یہ ضرور کہا کہ نجات کا راستہ نیچ ذات والوں کے واسطے بھي اُسي طرح کھلا ھوا ھے جس طرح اونچي ذات والوں کے واسطے - روحانی معاملات میں وہ بخل کرنے کے قطعي خلاف تھے - بھکت مال میں لکھا ھے کہ "جو اُپکار جگت کے واسطے سوامي رامانج نے کئے تحریر سے باھر ھیں - یہ مرکوز خاطر رھتا تھا کہ کسي طرح آدمي بھگوت کے سَنمُکھ ھووے - چنانچہ جب ان کے گُرو نے شرنائتي منتر اُپدیش کیا اور یہ ھدایت فرمائي کہ یہ منتر جو کوئي سنتا ھے پھر اس کو جنم نہیں ھوتا - تم کسي سے اس منتر کو نہ کہنا - تب سوامي جی نے یہ سمجھا کہ مجھ کو اگر گناہ عدم تعمیل گُرو کا ھووے تو عذاب دوزخ گوارا ھے' لیکن کسی طرح اس جہان کا بھلا ھو - اس واسطے منتر مذکور بہ آواز بلند لوگوں کو سنایا" - [بھکت مال صفحہ ۴۹] - اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ مذہبی معاملات میں وہ فراخ دل تھے اور ان کے خیالات اور ان کا راستہ عام ہندؤوں سے الگ تھا ۔

گُرو چیلے کے سلسلہ کا حساب لگایا جاے تو رامانُج کے بعد پانچویں پیڑھی میں رامانند پیدا ہوئے ۔ ان کا زمانہ چودھویں صدی عیسوی کا اختتام اور پندرھویں صدی کا آغاز ہے ۔ ان کی نسبت یہ مشہور ہے کہ ایک عرصہ تک تیرتھ یاترا کرنے کے بعد جب گُرو کی خدمت میں واپس آئے تو ان کے ہم مذہبوں کو شک ہوا کہ سفر کے زمانے میں کھانے پینے کے وہ قیود جن کو وہ دھرم کا جزو لاینفک سمجھتے تھے رامانند سے پورے طور سے نہیں نبھ سکے اس واسطے انہوں نے رامانند کو اپنے گروہ سے الگ کر دیا، اور رامانند نے اپنی سمپرداے علیحدہ چلائی اور "از روے شاستروں کے یہ ثابت کیا کہ جو شخص بھگوت سرن ہوکر بھگوت بھکتی اختیار کرے تو اس کی نسبت پابندی برن آشرم کی فضول ہے ۔ اس واسطے یہ طریق جاری کیا کہ جو کوئی ہر چہار برن والا کسی سمپرداے میں بھگوت سرن ہوکر بھگوت بھکتی اختیار کرے سب خور و نوش شامل ہو کچھ خصوصیت برن یعنی قوم کی نہ رہے ۔ اگرچہ اس باب میں احکام کثیر پائے جاتے ہیں لیکن دو ایک کا ترجمہ لکھا جاتا ہے ۔ نارد پنچراتر میں لکھا ہے کہ جس طرح باپ اور گرو کے گوت سے اس آدمی کا گوت مشہور ہوتا ہے اسی طرح بھگوت بھکتی اختیار کرنے سے اچت یعنی بھگوت کا گوت ہو جاتا ہے ۔ سو سب بھکت

باهمدگر بهائي هيں - اگست سنگهتا ميں لکها هے کہ جس طرح برهم‌چرج ' گرهست ' بان پرست ' سنياس ' چار آشرم هيں ' اسی طرح بهگوت بهکتي آشرم هے ' يعني سب بهگوت بهکت ايک قوم هيں - بهاگوت ميں لکها هے کہ جو برهمن سب اپنے کرموں ميں سمادهان هے ليکن بهکت نهيں اس سے کوئی نيچ قوم جو بهکت هوے بهتر هے ' اور ايک تصديق يه بهي هے کہ بهگوت نے بعد ختم هونے جگ راجه جدهشٹهر کے بالميک نيچ قوم کي به‌سبب بهگوت بهکتی کے سب برن آشرم والوں سے زيادہ عزت کري اور خاص رسوئي راجه جدهشٹهر ميں بٹهلاکر دروپدي کے هاتهه سے بهوجن کرايا - غرض اسي طرح کي بهت گواهي هيں - سو يه طريق جاري کردہ رامانند جي کا ان اقوام ميں جو کہ دنيادار هيں مروج نهيں ' اِلا جو قوم کہ دنيا کو چهوڑکر کسي سمپرداے ميں بهگوت سرن هوئي يعني برکت هوئی ' ان ميں اب تک مستعمل هے " - [بهکت مال صفحه ۵۳] - رامانند جي نے اپنا متهه بنارس ميں قائم کيا تها اور ان کے مشهور چيلوں ميں علاوہ برهمنوں کے ايک مسلمان جولاهه تها ' ايک جات ' ايک چمار ' اور ايک نائي - اب اس مسلمان جولاهه کا حال سنئے -

کبير داس کي زندگي کے سوانح کسي مستند اور معتبر کتاب ميں نهيں ملتے - چودهويں پندرهويں صديوں کي تاريخيں چاهے وہ کسي ملک کي هوں بادشاهوں کے حالات کے اور ان کے جنگ و جدال کے کارناموں سے بهري پڑي هيں - مؤرخ اکثر شاهي دربار سے وابسته هوتے تهے ' قوم کے سوشل

حالات، تمدن کا ارتقا، مذاهب کا انقلاب، ان باتوں کے سمجھنے اور لکھنے کی نہ ان کو فرصت تھی نہ لیاقت - میں تو کبیر کو خوش قسمت کہوں گا کہ ان کے زمانہ میں نہ سہی، ان کے مرنے کے کچھ عرصہ بعد سہی، مگر "آئین اکبری" میں اُن کا ذکر ان الفاظ میں ملتا تو ہے —

"برخے بر آنکہ کبیر موحد آنجا آسودہ بسا حقائق از زبان گفت و کردار او امروز درمیان است از فراخی مشرب و بلندی نظر مسلمانان و هندو دوست داشتے و چون خامہ استخوان وا پرداخت برهمن بسوختن روے آورد و مسلمان بگورستان بردن" - [آئین اکبری - جلد دوم - مطبوعہ نولکشور پریس سنہ ۱۸۶۹ صفحہ ۸۲ -]

[بعض کا بیان ہے کہ کبیر موحد وہاں دفن ہے اور لوگ اس وقت تک اس کے اقوال اور اس کے حالات بیان کرتے ہیں - اس کے طریق کی وسعت اور اس کی نظر کی بلندی کی وجہ سے مسلمان اور هندو دونوں اس کو دوست رکھتے تھے - جب وہ مرا تو برهمن اس کو جلانا چاہتے تھے اور مسلمان دفن کرنا -]

صاحب "دبستان مذاهب" نے کبیر کا ذکر بیراگیوں کے حال میں اس طرح شروع کیا ہے —

"کبیر جولاهہ نژاد کہ از موحدان مشہور هندست بیراگی بودہ گویند کبیر در هنگام مرشد جوئی پیش کاملان مسلمانان و هندو رفت - انچہ می جست نیافت، سر انجام

یکے اورا دلالت بہ پیر روشن روان رامانند برھمن نمود "۔
[دبستان مذاھب ۔ صفحہ ۲۰۰ ۔]

[کبیر جولاھہ کہ ھندوستان کے مشہور موحدوں میں ھے بیراگی تھا ۔ کہتے ھیں کہ کبیر گرو کی تلاش میں مسلمان اور ھندو کاملوں کے پاس گیا ۔ جو ڈھونڈھتا تھا نہ پایا ، آخرکار ایک شخص نے پیر روشن دل رامانند برھمن کی طرف اس کو توجہ دلائی ۔]

کبیر داس کی پیدائش اور موت کی تاریخوں تک میں اختلاف ھے ۔ کوئی کچھ کہتا ھے اور کوئی کچھ ۔ زمانہ جدید کے وقائع نگاروں کا اتفاق اس پر معلوم ھوتا ھے کہ سمبت ۱۴۵۵ میں پیدا ھوئے ، اور سمبت ۱۵۷۵ میں وفات پائی ۔ اس حساب سے ان کی عمر ایک سو بیس برس کی ھوتی ھے ۔ وسکت صاحب نے غالباً اسی بنا پر کبیر صاحب کی پیدائش سنہ ۱۳۹۸ ع میں ، اور موت سنہ ۱۵۱۸ع میں بیان کی ھے ۔ کبیر پنتھیوں میں ان کی پیدائش کے متعلق یہ پد مشہور ھے اور کبیر صاحب کے شاگرد رشید دھرم داس کی طرف منسوب کیا جاتا ھے —

चौदह सौ पचपन साल गये चंद्रवार इक ठाठ ठये,
जेठ सुदी बरसायत को पूर्नमासी तिथि परघट भये ।
چودہ سو پچپن سال گئے چندروار اک ٹھاٹھ ٹھئے
جیٹھ سدی برسایت کو پورنماسی تتھی پرگھٹ بھئے

[چودہ سو پچپن سال گئے سوموار کے دن جیٹھ سدی پورنماسی کو ظاھر ھوے ۔]

بابو شام سندر داس صاحب کبیر گرنتھاولي کے دیباچہ میں لکھتے ھیں کہ "چودہ سو پچپن سال گئے" سے یہ مطلب ھے کہ سمبت ۱۴۵۵ ختم ھو چکا تھا، اور سمبت ۱۴۵۶ شروع تھا، کیونکہ حساب لگانے سے معلوم ھوتا ھے کہ سمبت سنہ ۱۴۵۵ میں جیٹھ کي پورنما سوموار کو نہیں پڑتي، ۱۴۵۶ میں البتہ پڑتي ھے - وفات کے متعلق دو تاریخیں بیان کي جاتي ھیں :

सम्बत पंद्रह सौ औ पांच मो मगहर कियो गमन, (१)
अगहन सुदी एकादसी मिले पवन में पवन ।

سمبت پندرہ سو آو پانچ مَو مگہر کیو گمن
اگہن سدي ایکادسي ملے پَوَن میں پَوَن

[سمبت پندرہ سو پانچ میں مگہر میں انتقال کیا -
اُگہن سدي ایکادشي کو ھوا میں ھوا مل گئي -]

सम्बत पंद्रह सौ पछतरा कियो मगहर को गवन, (२)
माघ सुदी एकादसी रलौ पवन में पवन ।

سمبت پندرہ سو پچھترا کیو مگہر کو گَوَن
ماگھ سدي ایکادسي رَلَو پَوَن میں پَوَن

[سمبت پندرہ سو پچھتر میں مگہر میں انتقال کیا -
ماگھ سُدي ایکادشي کو ھوا میں ھوا مل گئي -]

ان دونوں میں پندرہ سو پچھتر زیادہ صحیح معلوم ھوتا ھے -

یہ دیکھا گیا ھے کہ دنیا میں بڑے آدمیوں کے واقعات

زندگي میں اکثر خوش اعتقادي کا رنگ چڑھ جاتا ھے اور معمولي واقعات بھي نادر اور عجوبہ روزگار بناکر بیان کئے جاتے ھیں - اس لئے جاے تعجب نہیں ھے اگر کبیر کي پیدائش اعجاز اور کرشمہ کے لباس میں بیان کي جاتي ھے - کبیر پنتھ کے معتقد کہتے ھیں --

घन गरजे दामिनि दमकै बूंदें बरसें झर लाग गये,
लहर तलाब में कमल खिले तह' कबीर परगट हुए।

گھن گرجے دامن دمکے بوندیں برسیں جھر لاگ گئے
لہر تلاب میں کنول کھلے تہاں کبیر بھانو پرگٹ ھوے

[بادل گرج رھا تھا بجلي کوند رھي تھي ' مینھ برس رھا تھا ' جھڑي لگي ھوئی تھي ' لہر تالاب میں کمل کھلے تھے جس وقت کبیر سورج کي طرح ظاھر ھوئے -]

کبیر کي پیدائش کے متعلق سب سے زیادہ مشہور روایت یہ ھے کہ بنارس کا ایک مسلمان جولاھہ نیرو نامی اپني بیوي نیما (نعیمہ) کے ساتھ جا رھا تھا ' جب وہ لہر تالاب کے پاس سے گذرا تو اس نے تالاب کے کنارے ایک نو زائیدہ بچہ پڑا دیکھا - اس کو اس بیکس کے حال پر رحم آیا ' اور گو نعیمہ بدنامي کے خیال سے جھجکتي تھي ' مگر وہ بچہ کو گھر اُٹھا لایا ' اور اس کي پرورش کرنے لگا - قاضی سے جب بچہ کے نام رکھنے کي فرمائش کي تو فال میں کبیر کا لفظ نکلا ' اور بچہ اسي نام سے مشہور ھوا - یہ بھي کہا جاتا ھے کہ کبیر ایک بیوہ برھمني کے بطن سے پیدا ھوے تھے - ایک برھمن سوامی رامانند کے بڑے معتقد تھے اور ان کے درشن کرنے کو جایا

کرتے تھے - ایک روز اپنی بیوہ لڑکی کو بھی ساتھ لے گئے - جب لڑکی نے رامانند جی کو پرنام کیا تو انہوں نے اس کو دعا دی کہ تجھے بیٹا ہو - برہمن نے پریشان ہو کر لڑکی کے بیوہ ہونے کا حال بیان کیا رامانند جی نے کہا کہ میرا کہا بےکار نہیں جا سکتا - ایام مقررہ گزرنے کے بعد کبیر داس اس کے بطن سے پیدا ہوے - اس نے لوک لاج کے ڈر سے بچہ کو تالاب کے کنارے پھینک دیا جہاں سے وہ نبیرو اور نعیمہ کے گھر پہونچا - یہ روایات کبیر صاحب کی پیدائش کے متعلق سینہ بسینہ چلی آتی ہیں ' اور یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں کتنا اصل واقعہ ہے اور کتنا مبالغہ - اگر یہ صحیح ہے کہ کبیر صاحب ایک ہندو عورت کے بطن سے پیدا ہوے مگر ان کی پرورش روز اول سے ایک مسلمان کے گھر میں ہوئی تو یہ ضرور کہا جاےگا کہ ان کی پیدائش اور پرورش کے یہ واقعات ان کی زندگی کا پیش خیمہ تھے' کیونکہ ہندوستان کی تاریخ میں کسی شخص کا نام نہیں لیا جا سکتا جس نے ہندو مسلمانوں کو ایک کرنے کی اور ان میں اتفاق اور یکجہتی پیدا کرنے کی کبیر صاحب سے زیادہ کوشش کی ہو -

کبیر صاحب نے اپنی زندگی کے بعض حالات اپنے کلام میں نظم کر دئے ہیں اور اسی وجہ سے یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذات کے جولاہے تھے ' بنارس میں رہتے تھے ' آخر عمر میں مگہر چلے گئے تھے ' پڑھے لکھے نہ تھے اور رامانند کے چیلے تھے -

जात जुलाहा क्या करे हिरदै बसे गोपाल।

جات جولاهه کیا کرے هردے بسے گوپال

[ذات کا جولاهه هے تو کیا هوا ' دل میں گوپال بسا هوا هے -]

तू बाम्हन मैं कासी का जोलहा, बूझो मोर ज्ञाना।

تو باهمن میں کاسي کا جولها بوجهو مور گیانا

[تو برهمن یعني پنڈت هے میں کاشي کا جولاها هوں ' میرے گیان کو تو سمجهه -]

सकल जनम सिवपुरी गंवाया, मरती बार मगहर उठ धाया।

سکل جنم شو پوري گنوایا مرتي بار مگهر اُٹھ دهایا

[ساری زندگي تو کاشي میں بیتي ' مرتے وقت مگهر چلا گیا -]

कासी में हम परगट भये, हैं रामानन्द चिताये।

کاشي میں هم پرگٹ بهئے هیں رامانند چتاے

[کاشي میں هم پیدا هوئے هیں اور رامانند نے هم کو رموز معرفت سے آگاه کیا هے -]

मसी कागद छूयो नहीं, कलम गह्यो नहिं हाथ।
चार यो युग का महातम, मुखहिं जनाई बात।

مسي کاغد چهویو نهیں کلم گهیو نهں هاتهه
چار یو جگ کا مهاتم مُکهه هیں جنائي بات

[روشنائي اور کاغذ کبھي نہیں چھوا ' قلم کبھی ہاتھ میں نہیں لیا ' لیکن چاروں جگوں کے حالات میں نے زبان سے بیان کر دئے -]

لڑکپن ھي سے کبیر صاحب دنیا کي طرف کم اور خدا کی طرف زیادہ مائل تھے - ان کے عقائد ویدانتیوں اور صوفیوں کے سے معلوم ہوتے ھیں - دنیا دھوکا ھے ' اس سے مُنھ موڑکر معبود حقیقي کي طرف رجوع کرنا چاھئے - جس کو خدا مل گیا اس کو سب مل گیا ' بھکتي پریم یا عشق خدا کے ملنے کا سب سے عمدہ ذریعہ ھے ' اور یہ بلا تفریق ذات و مذھب ھر شخص کے امکان میں ھے - خدا ایک ھے ' اور ھندو مسلمان سب اس کے بندے ھیں ' مذھبوں کا فرق بے معنی ھے ' صفاے باطن اور طلب صادق حصول نجات کے لئے کافی ھیں - جوں جوں کبیر صاحب بڑے ہوئے عقائد کا یہ رنگ چوکھا ہوتا گیا اور وہ بھجن گاگا کر لوگوں کو اُپدیش دینے لگے ' مگر عوام ان کو نکرا یعنی بے پیر کہ کے چڑھاتے تھے - اعتراض یہ تھا کہ جس نے خود کسي گرو سے نصیحت نہیں حاصل کی وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا ؟ اس وجہ سے ان کو مرشد کي تلاش ہوئي - اس زمانہ میں بنارس میں سوامی رامانند جي سب سے بڑے مہاتما مانے جاتے تھے ' مگر دقت یہ تھي کہ کبیر مسلمان تھے اور ان کو یہ خیال تھا کہ رامانند مجھے چیلا نہ بناویں گے - کبیر نے یہ چال چلي کہ ایک روز علی الصباح گنگا کنارے گھاٹ کی ایک سیڑھي پر جا کر لیٹ رھے '

رامانند جي جب حسب معمول نہانے کے واسطے آئے اور سیڑھیوں سے اُترنے لگے تو اچانک ان کا پاؤں کبیر کے سر پر پڑا - کبیر کلبلائے ' رامانند جي کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کا پاؤں کسي انسان پر پڑ گیا ہے تو انہوں نے رام رام کہہ کے اپنا پاؤں ہٹا لیا - رامانند تو اپنے راستہ چلے گئے مگر کبیر اسي دن سے اپنے تئیں رامانند کا چیلا کہلنے لگے - جب رامانند کو اس کي خبر ہوئي تو انہوں نے کبیر کو بلاکر اس کي تحقیقات کي اور اصل واقعہ سے مطلع ہوکر کبیر کو گلے لگا لیا اور ان کو اپنے مریدوں کے زُمرہ میں داخل کر لیا -

رامانند کے مرید ہونے کے بعد بھي کبیر نے رسمي معنوں میں دنیا کو نہیں چھوڑا - جولاہہ کا پیشہ کرتے تھے ' کپڑا بُنتے اور بازار میں جاکر بیچ آتے ' کبھی کبھي سادھو سنتوں کو دے ڈالتے اور گھر خالي ہاتھ لوٹ آتے - دنیا میں رہ کر اور دنیاداري کے فرائض انجام دیکر کبیر صاحب درویشانہ زندگي بسر کرتے تھے اور دل بہ یار دست بہ کار کے مصداق تھے - ان کي شادي بھي ہوئي تھي - شادي کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب کبیر کي عمر ۳۰ برس کي تھي وہ ایک روز گنگا کنارے گھومتے پھرتے ایک بن‌کھنڈي بیراگي کي کُٹي کے پاس پہونچکر بیٹھ گئے - کچھ دیر بعد ایک ۲۰ برس کي لڑکي وہاں آئي اور اس نے پوچھا تم کون ہو ؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کبیر ہوں - پھر اس نے ان کي ذات پات کا حال پوچھا تب بھي انہوں نے

وهي جواب دیا ' یعني "کبیر" - لڑکي نے کہا سنت تو یہاں اکثر آتے هیں مگر کسي نے ایسا نام اپنا یا اپني ذات کا نہیں بتایا' کبیر نے کہا کہ هاں یہ سچ هے - اتنے میں پانچ سنت آ پہونچے ' لڑکی کُٹي میں سے دودھ لے آئي اور ایک ایک حصہ دودھ کا هر ایک کو دیا - کبیر نے اپنا حصہ زمین پر رکھ دیا - جب سنت اپنے اپنے حصہ کا دودھ پي چکے تو اُنھوں نے کبیر سے پوچھا کہ تم دودھ کیوں نہیں پیتے ؟ کبیر نے کہا کہ گنگا پار سے ایک اور سادھو آ رها هے ' میں نے یہ حصہ اس کے واسطے رکھ چھوڑا هے - لڑکي نے کہا آپ اپنا حصہ پي لیجئے' اس کے واسطے اور دودھ موجود هے - کبیر نے کہا هم شبداهاري هیں - اتنے میں وہ سادھو آ گیا اور دودھ اس کو دے دیا گیا - جب سنتوں نے لڑکي سے اس کا حسب نسب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ میرے ماں باپ نہیں هیں - میري پرورش ایک بن‌کھنڈي بیراگي نے کي تھي ' اس کے مر جانے کے بعد اب میں اکیلي رهتي هوں - بیراگي کہا کرتا تھا کہ میں ایک دن گنگا جي میں اشنان کر رها تھا ' ایک ٹوکري بہتے بہتے میرے بدن سے آن لگي' میں نے اسے کھول‌کر دیکھا تو اس میں ایک بچہ کپڑوں میں لپٹا هوا تھا - میں نے گھر لاکر اس کي پرورش کي اور اس کا نام لوئي رکھا - وہ لوئي میں هوں - پھر لوئي نے کبیر سے کہا "سوامی ' مجھے کوئي ایسي بات بتائے جس سے شانتي حاصل هو - کبیر نے اس کو ست نام کي تعلیم دي - لوئي کبیر کے ساتھ چلی آئی اور اس کے گھر میں رهنے لگي - بعض اس کو کبیر

کی بیوی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوے ' دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کبیر اور لوئی میں زن و شو کا تعلق نہیں ہوا اور بچوں کا وجود کشف و کرامات سے بتاتا ہے - ایک مرتبہ کبیر نے دریا میں ایک بچے کی لاش دیکھی ' انہوں نے اس کے کان میں کچھ کہا - بچہ رونے لگا اور زندہ ہو گیا - اسی طرح ایک دوسرے موقع پر کہا جاتا ہے کہ ایک پڑوسی کی لڑکی مر گئی تھی ' کبیر صاحب والدین کی اجازت سے لاش اپنے یہاں لے آئے اور اس کو زندہ کر لیا - لوئی نے ان دونوں کی پرورش کی اور یہ کمال اور کمالی کے نام سے مشہور ہوئے - مگر کمال دنیا کا آدمی تھا اور کبیر کے نقطۂ نظر سے نااہل - اُسے کبیر کی روحانیت سے کوئی تعلق نہ تھا ' اس سے انہوں نے کہا —

ڈوبا بنس کبیر کا اُپجا پوت کمال
ہری کا سمرن چھوڑ کے گھر لے آیا مال

[کمال کا سا لڑکا پیدا ہونے سے کبیر کا خاندان ڈوب گیا - کمال نے خدا کی یاد چھوڑی اور مال اپنے گھر لایا -]

کمالی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک دن کنوے پر پانی بھر رہی تھی ' ایک پیاسے برہمن نے اس سے پانی مانگا ' پانی پی کر جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ کمالی جولاہے کی لڑکی ہے تو وہ بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ تونے مجھے بے دھرم کر دیا - دونوں کبیر کے پاس آئے ' کبیر نے برہمن دیوتا کو بتایا کہ آخر سمجھو تو پاک اور ناپاک کیا چیز ہے ؟ سیکڑوں لاشیں اور

منوں پتیاں پانی میں سڑا کرتی ھیں ' کروروں آدمی زمین میں دفن ھیں ' اور اسی مٹی سے وہ برتن بنائے جاتے ھیں جن میں تم پانی پیتے اور کھانا کھاتے ھو - کھانا کھاتے وقت تم کپڑے اُتار ڈالتے ھو' صرف ایک دھوتی باندھے رھتے ھو ' مگر وہ دھوتی جلاھے کی بنی ھوئی ھوتی ھے - مکھیاں غلیظ اور مردار پر بیٹھتی ھیں اور وھاں سے اُڑکر تمھارے کھانے پر بیٹھتی ھیں - کیا تم ان کو روک سکتے ھو ؟ اسی طرح کا ایک اور قصہ "دبستان مذاھب" میں درج ھے —

"گویند جمعے از برھمنان بر لب آب گنگ نشستہ ستائش آن آب می نمودند کہ جمیع گناھان ازو شستہ شود مقارن این کلام یکے از برھمنان آب خواست - کبیر کہ سخنان ایشان می شنید از جا جستہ کاسہ چوبین کہ باخود داشت پرآب کردہ نزد برھمن برد - چون کبیر جولاھہ نژاد بود کہ مردم فرومایہ اند و برھمنان از دست این طائفہ نہ خورند و نیاشامند آب نہ پذیرفت - کبیر گفت شما حال میفرمودند کہ بہ آب گنگ تن و روان را از آلائش گناہ و وسخ ذنوب توان شست کہ ھمہ را زائل می کند - ھرگاہ این آب ظرف چوبین مرا پاک نہارد کرد چندین ستائش را نہ سزد" - [دبستان مذاھب - صفحہ ۲۰۰ -]

[کہتے ھیں کہ کچھ برھمن گنگا کنارے بیٹھے ھوئے گنگا جل کی تعریف کر رھے تھے کہ اس سے سارے گناہ دھو جاتے ھیں - ان میں سے ایک نے پانی مانگا - کبیر ان کی باتیں سن

رہا تھا ' اُٹھ کر گیا اور اپنا پیالہ پانی سے بھر کر برھمن کے پاس لے آیا - چونکہ کبیر جولاھہ تھا اور برھمن ان لوگوں کے ھاتھ کا چھوا ھوا کھاتے پیتے نہیں ھیں ' اس برھمن نے پانی نہیں پیا - کبیر نے کہا آپ ابھی فرماتے تھے کہ گنگا جل سے گناہ کی گندگی سے بدن اور روح دھو جاتے ھیں - اگر یہ پانی میرے برتن کو بھی پاک نہیں کر سکتا تو اس تعریف کے قابل نہیں -]

بھکت مال میں لکھا ھے کہ " کبیر جی کاشی میں بھگوت بھکت ایسے ھوئے کہ جن کی بھکتی اور پرتاپ اور معجزات مشہور و زبان زد خلائق ھیں - جنھوں نے بھگوت بھکتی سے خلاف امور کو ادھرم جانا یعنی جوگ و جگ و دان و برت وغیرہ بلا بگھوت بھجن اور بھاؤ کے سب فضول اور ناحق تصور کئے اور فی الحقیقت شاستروں کا بھی مطلب خاص یھی ھے کہ دیگر سب سادھن یعنے جوگ ' جگ ' تپ ' دان ' وغیرہ مثل صفر کے ھیں ' اور رام نام مثل ھندسہ کے ھے اگر رام نام کا ھندسہ موجود ھے تو وے جوگ ' جگ ' وغیرہ صفر رام نام کے ھندسہ پر ایزاد ھو کر سب دس گنے ھو جاتے ھیں ' اور اگر رام نام کا ھندسہ نہیں تو سب وے صفر ناحق اور خالی از کار بلکہ بجائے ندارد کے ھیں ' اور مطلب اس تحریر سے یہ ھے کہ جو سادھن ھو وہ واسطے حصول بھکتی اور محبت رام نام اور بھگوت کے ھو نہ برائے دیگر مزخرفات دنیوی و بھشت وغیرہ کے - کبیر جی نے ایک ایسا گرنتھ بنایا جس کو ھر فریق والا تسلیم کرے اور بلا تعصب واسطے مغفرت ھر ایک کے کار آمد ھو - بھگوت

بھجن بلا تزلزل کرنے والے ایسے تھے کہ بھجن کے روبرو برن آشرم دھرم سب ناچیز تصور کئے" - [بھکت مال - صفحہ ۲۳۹ -]

کبیر سے ھندو اور مسلمان دونوں ناخوش رھتے تھے - ھندو اس لئے کہ مسلمان ھوکر ھندو مذھب کي تعلیم و تلقین کا دعوی کرتے تھے ' اور مسلمان اس لئے کہ وہ ھندو مذھب کے عقائد کي ثنا و صفت کرتے تھے - علاوہ برین چونکہ کبیر صفائے باطن اور اصلاح قلب کے قائل اور عامل تھے وہ مذھب کے ظاھري پاکھنڈ اور رسم و رواج کے کھلے بندوں مذمت کرتے تھے ' اور ھندو مسلمانوں کو یکساں پھٹکارتے تھے - مثلاً ملاحظہ ھو

संतो राह दोउ हम डीठा ,
हिन्दू तुरुक हटा नहिँ मानें , स्वाद सबन को मीठा ।
हिन्दू बरत एकादसी साधै , दूध सिँघाड़ा सेती ,
अन को त्यागे मन नहिँ हटकै , पारन करे सगोती ।
रोजा तुरुक नमाज गुजारे , बिस्मिळ बांग पुकारे ,
इनको भिस्त कहां ते होइ है, सांझे मुरगी मारै ।
हिन्दू दया मेहर को तुरकन दोनों घट से त्यागी ,
वे हलाल वे झटका मारैं, आग दुनो को लागी ।
हिन्दू तुरुक की एक राह है, सतगुरु इहै बताई ,
कहहिं कबीर सुनो हो सन्तो राम न कहेउ खुदाई ।

سنتو راہ دوؤ ہم ڈیٹھا
ہندو تُرُک ہٹا نہیں مانے سواد سبن کو میٹھا

هندو برت ایکادسي سادھے دودھ سنگھاڑا سیتي
آن کو تیاگے من نہیں هت کے پارن کرے سگوتي
روجا تُرک نماج گجارے بسمل بانگ پکارے
ان کو بِهست کہاں تے هوئي هے سانجھے مُرگي مارے
هندو دَیا مہر کو ترکن دونوں گھٹ سے تیاگی
وے حلال وے جھٹکا ماریں آگ دُنوں کو لاگي
هندو ترک کي ایک راہ هے ست گُرو اِهَے بتائي
کہي هي کبیر سنو هو سنتو رام نہ کہے او کھودائي

[سنتو ' هم نے دونوں راستے دیکھے - هندو مسلمان اپني هٹ سے نہیں مانتے ' مزہ دونوں کا میٹھا هے - هندو ایکادشي کا برت رکھ کر دودھ، سنگھاڑا کھاتے هیں ' اناج چھوڑتے هیں ' مگر من نہیں رکتا ' گوشت کھاتے هیں - مسلمان روزہ نماز کرتے هیں ' بسم‌الله کی بانگ لگاتے هیں ' ان کو کہاں سے بہشت ملیگي جو روز شام کو مرغي مارتے هیں - هندؤوں نے دل سے دَیا چھوڑ دي اور مسلمانوں نے مہرباني چھوڑ دي ' وہ حلال کرتے هیں ' وہ جھٹکا مارتے هیں ' دونوں کو آگ لگي هے - ست گُرو نے یہي بتایا هے کہ هندو مسلمانوں کي ایک راہ هے - کبیر کہتا هے کہ سنتو ' سنو رام نہ کہو تو خدا کہو -]

روایت هے کہ هندو مسلمان دونوں نے تنگ آکر بادشاہ وقت سکندر لودي سے شکایت کي ' اور بادشاہ نے ان کے مارے جانے کا حکم دیا - حکم کي تعمیل اس طرح کي گئي کہ کبیر

کو زنجیروں سے جکڑکر ایک ناؤ میں بٹھا دیا اور ناؤ میں پتھر بھر دئے - خدا کی قدرت دیکھئے کہ ناؤ ڈوب گئی اور کبیر مرگ چھالا پر بیٹھے پانی پر تیرتے نظر آئے - پھر پکڑے گئے، آگ میں ڈالے گئے، مگر اس آتشین غسل سے بھی ان پر آنچ نہ آئی - حکم ہوا کہ ہاتھی کے پاؤں سے کُچلے جائیں، مگر ہاتھی کو کبیر ایک مہیب شیر کی شکل میں نظر آئے اور وہ خود ڈرکر بھاگ گیا - کبیر صاحب کا ایک شعر بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے —

गंगा गोसाइनी गहिर गंभीर,
जंजीर बांध कै खरे कबीर।
मन न डगे तन काहे को डराये,
चरन कमल चित रहो समाये।
गंग की लहर मेरी टूटी जंजीर,
मृगछाला पर बैठे कबीर।
कह कबीर कोउ संग न साथ,
जल थल राखत हैं रघुनाथ।

گنگا گوسائنی گہر گنبھیر
جنجیر باندھے کر کھرے کبیر
من نہ ڈگے تن کاہے کو ڈراے
چرن کمل چت رہو سماے
گنگ کی لہر میری ٹوٹی جنجیر
مرگ چھالا پر بیٹھے کبیر

کہ کبیر کوؤ سنگ نہ ساتھ
جل تھل راکھت ہیں رگھوناتھ

[گنگا بہت گہری ہے، کبیر زنجیر میں بندھے کھڑے ہیں، دل مضبوط ہو تو تن کیوں خوف کھائے - میرے دل میں بھگوان کا قدم سمایا ہوا ہے، گنگا کی لہر سے میری زنجیر ٹوٹ گئی، کبیر مرگ چھالا پر بیٹھے ہیں - کبیر نہ کوئی سنگ ہے نہ ساتھ، تری اور خشکی میں رگھوناتھ حفاظت کرتے ہیں -]

کبیر صاحب کے کلام میں شیخ تقی کا نام کبھی کبھی آتا ہے، مثلاً —

घट घट में अबिनाशी, सुनो तकी तुम सेख,
گھٹ گھٹ میں ابناشی سنو تقی تم شیخ

[اے شیخ تقی، تم سنو، ہر دل میں لازوال (خدا) بستا ہے -]

मानिकपूर में कबीर बसै री,
मिदहत सुन सेख तकी केरी।
ओजी सुनी जौनपूर थाना,
झूंसी सुनी पीरन के नामा।

مانک پور میں کبیر بسے ری
مدحت سن شیخ تقی کے ری
اوجی سنی جونپور تھانا
جھونسی سنی پیرن کے ناما

[شیخ تقي کي تعریف سن کر کبیر کچھ دن مانک پور میں رہا ' اس نے جونپور میں اوجي کا حال سنا ' جھونسي میں اس نے پیروں کے نام سنے -]

مسلمان کبیر پنتھیوں کا خیال ھے کہ کبیر شیخ تقي کے مرید تھے اور ھندو سمجھتے ھیں کہ شیخ تقي اور کبیر سے مذھبي مباحثہ ھوا کرتا تھا - اصلیت یہ معلوم ھوتي ھے کہ اپني طول طویل سیر و سیاحت میں جس کا سلسلہ شاید بلخ تک پھونچا تھا کبیر صاحب کی صحبت صوفي منش بزرگوں سے رھی ھوگي ' کیونکہ کبیر صاحب کے خیالات ان سے ملتے جلتے تھے ' اور شیخ تقي غالباً اسي وضع کے کوئي بزرگ ھوں‌گے - وسکت صاحب کي رائے ھے کہ اس نام کے دو بزرگ تھے ایک کا مسکن الہ‌آباد اور فتحپور کے درمیان کڑا مانک‌پور کا قصبہ تھا ' یہ ذات کے ندّاف اور فرقہ چشتیہ کے صوفي تھے ' ان کي اولاد اس گرد و نواح میں اب تک پائي جاتي ھے - دوسرے شیخ تقي الہ‌آباد کے قریب جھونسی کے قصبہ کے رھنے والے تھے ' اور فرقہ سہروردیہ کے صوفی تھے - ان کی قبر اب تک جھونسی میں پوجي جاتي ھے - کبیر صاحب کا کلام ظاھر کرتا ھے کہ ان کے دل و دماغ پر اسلام کا کافي اثر تھا ' جہاں وہ اسلام کے بعض رسم و رواج کا مذاق اُڑاتے تھے وھیں اسلام کے بعض عقائد سے وہ ضرور متفق تھے - توحید کي تلقین ' بت پرستي کي مذمت ' ذات پات اور چھوت چھات سے انکار ' جس طرح کبیر صاحب کرتے ھیں اس سے معلوم ھوتا ھے کہ مروجہ ھندو مذھب سے اختلاف کرنے کی ضرور ایک وجہ یہ

تھي کہ ان باتوں میں انھوں نے اسلام کا اثر قبول کیا تھا -

पाहन पूजे हरि मिलैं तो मैं पूजूँ पहार,

پاھن پوجے ھری ملیں تو پوجوں پہار

[اگر پتھر کے پوجنے سے ھري (خدا) ملے تو میں پہاڑ کو پوجوں -]

एक जोतिहिँ सब उपजा, कौन बहमन कौन सूदा,

ایک جوتي میں سب اُپجا کون باھمن کون سودا

[ایک نور سے سب پیدا ھوئے ھیں ' کون برھمن ھے اور کون شودر -]

कहे कबीर इक राम जपो रे, हिन्दू तुरुक न कोई।

کہے کبیر اک رام جپورے ھندو ترک نہ کوئي

[کبیر کہتا ھے ایک رام کو جپو ' نہ کوئي ھندو ھے نہ مسلمان -]

اور کبیر صاحب پر کیا موقوف ھے ' اسلام کے عقائد اور اسلام کی مثال کا اثر ھندؤوں پر شمالی ھندوستان میں عالمگیر تھا - مسٹر مہادیو گوبند راناڈے کي رائے ھے کہ شمالي اور جنوبي ھندوستان میں ھندؤوں کے بعض رسم و رواج میں جو بیّن فرق نظر آتا ھے ' خصوصاً شودروں اور اچھوتوں کے ساتھ شمالي ھندوستان میں جو کم سختی برتی جاتي ھے اس کی ایک وجہ یہ ھے کہ شمالي ھندوستان میں اسلام کا اثر گہرا اور دیرپا تھا - اور یہ کوئي تعجب کي بات نہیں - جب

تک انسان انسان ھے وہ اپنے گرد و پیش کے اثروں کو ضرور قبول کرےگا - ھندوستان کي تاریخ کو جن لوگوں نے غور سے پڑھا ھے اور اس ملک کے ھندو مسلمانوں کے مذھبي عقائد اور سوشل رسم و رواج کو اچھي طرح پرکھا ھے وہ جانتے ھیں کہ مسلمانوں کا ھندؤوں پر اور ھندؤوں کا مسلمانوں پر کیسا گہرا اور وسیع اثر پڑا ھے ' یہاں تک کہ ایک فرنگي فلسفي کي رائے ھے کہ —

Sufism is the lyrical version of Vedanta.

[صوفي مذھب ویدانت ھے مگر غزل کي شکل میں -]

اس جگہ یہ بھي کہہ دینا کہ کبیر صاحب پر عیسائي

نے دبي زبان سے اور سر جارج گریرسن نے امپیریل گزیٹیر آف انڈیا کي دوسري جلد میں کھلکر یہ فرمایا ھے کہ کبیر صاحب پر مذھبِ عیسوي کا اثر تھا - سر جارج گریرسن تو یہاں تک کہتے ھیں کہ انہوں نے نہ صرف اپنے عقائد بلکہ جن الفاظ میں ان عقائد کو بیان کیا ' وہ بھي نسطوري عیسائیوں سے حاصل کئے تھے - میري رائے میں یہ دعوی اسي

لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ دنیا میں جو کوئی چیز ہے وہ فرنگی ہے یا فرنگیوں کی نقل ہے - خود عیسائی مذہب نے بودھ مت اور ایشیا کے دیگر مذاہب سے جو کچھ سیکھا اس کا ذکر نہیں کیا جاتا ' مگر جہاں اس کا وجود بھی نہیں وہاں عیسائی اثر کو خواہ مخواہ قائم کیا جاتا ہے - کبیر صاحب مذہبی آدمی تھے ' اور ان کے کلام میں شروع سے آخر تک مذہب کا چرچا ہے ' مگر عیسائی مذہب کا کہیں نام بھی نہیں - ان کے بیانات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں اور ہندؤوں کے علاوہ کسی اور کے مذہب سے واقف نہ تھے :

(۱) करता करतम बाजी लाई
हिन्दू तुरक दोई राह चलाई

کرتا کرتم باجی لائی
ہندو ترک دوئی راہ چلائی

(۲) संतो राह दोउ हम डीठा
हिन्दू तुरक हटा नहीं जाने
स्वाद सबन को मीठा

سنتو راہ دؤو ہم ڈیٹھا
ہندو ترک ہٹا نہیں جانے
سواد سبن کو میٹھا

(۳) अरे इन दोहुं राह न पाई
हिन्दुन की हिन्दुआई देखी, तुरकन की तुरकाई।

ارے ان دُوھن راہ نہ پائی
ھندون کي ھندوائي دیکھي ترکن کي ترکائي

مرنے سے کچھ دن پہلے کبیر صاحب بنارس سے مگھر چلے گئے تھے - عوام کا عقیدہ ھے کہ جو کاشي میں مرتا ھے اس کي مُکتي ھو جاتي ھے' اور مگھر کي نسبت یہ مشہور ھے کہ وھاں جو مرتا ھے اس کا دوسرا جنم گدھے کا ھوتا ھے - کبیر صاحب کو بھگوت پریم پر بھروسہ تھا اور اپني بھکتي پر ناز - وہ سمجھتے تھے کہ میرے عشق صادق نے مجھے ان جھگڑوں سے بےنیاز کر دیا ھے اور پرماتما ھر دم میرے ساتھ ھے - فرماتے ھیں —

क्या कासी क्या ऊसर मगहर राम हिरदै बस मोरा।
जो कासी तन तजे कबीरा रामै कौन निहोरा॥

کیا کاشي کیا اوسر مگھر رام ھردے بس مورا
جو کاسي تن تجے کبیرا رامے کون نہورا

[کاسي ھو یا اوسر مگھر مجھے پروا نہیں' میرے دل میں رام بسا ھوا ھے' اگر کبیر کی موت کاشي میں ھوتي تو پھر رام کا کون سا احسان ؟ مطلب یہ کہ کاشی میں جو کوئي مرتا ھے اس کي مکتي تو ھوتي ھي ھے' کبھر مرے تو اس کي مکتي بھی ھو جاےگي - ھاں' مگھر میں مروں اور مکتی ھو تو معلوم ھو کہ رام نے اپنے بھکت کي قدرداني کي -]

ایک نکتہ اور ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ کبیر صاحب جب "رام" کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو ان کا مطلب اَجودھیا کے رامچندر جی سے نہیں ہوتا بلکہ اسی ایک پرماتما سے ہوتا ہے جس کو وہ سرگن اور نرگن یعنی صفات اور ذات سے اعلیٰ اور ارفع جانتے ہیں -

सकल जनम शिवपुरी गंवाया
मरती बेर मगहर उठ धाया ।
बहुत बरष तप कीया कासी
मरन भया मगहर को बासी ॥

سکل جنم شِوپوری گنوایا
مرتی بیر مگہر اُٹھ دھایا
بہت برکھ تپ کی آ کاسی
مرن بھیا مگہر کو باسی

[ساری زندگی شِوپوری (بنارس) میں صرف کی ' مرتے وقت مگہر چلا گیا ' بہت برس کاشی میں تپ کیا ' مرتے وقت مگہر کا باشندہ بنا -]

مشہور ہے کہ مرنے کے بعد کبیر صاحب کے ہندو اور مسلمان مریدوں میں جھگڑا ہوا - ہندو کہتے تھے کہ ہم لاش کو جلاوینگے ' مسلمان کہتے تھے کہ ہم دفن کرینگے - جھگڑے نے طول کھینچا اور تلوار چلنے کو تھی کہ لاش کے اوپر سے چادر اُٹھاکر جو دیکھا تو لاش کی جگہ پھولوں کا ایک ڈھیر نظر آیا - آدھے پھول مسلمانوں نے لیکر مگہر میں دفن کئے '

اور ان پر ایک مزار بنا دیا ' باقي پھول ھندؤوں نے جلاکر بنارس میں لاکر دفن کئے اور اُن پر ایک مَٹھ بنوا دیا جو کبیر چورے کے نام سے مشہور ھے -

چناں با نیک و بد عرفي بسر برکز پسِ مردن
مسلمانت بزمزم شوید و ھندو بسوزانک

منشی محمد خلیل انصاري صاحب نے مگھر کو خود جاکر دیکھا ھے - اپني کتاب کبیر جنم ساکھی مطبوعہ سنہ ۱۹۲۵ میں لکھتے ھیں :—

ریلوے استیشن مگھر سے قریب آدھ میل ھے - راستہ صاف نہیں ھے - مزار ایک پختہ چہاردیواري سے محدود ھے جس کے دو دروازے ھیں - احاطہ کے اندر چند مکانات شاگردپیشوں کے بنے ھوئے ھیں جو اب غیرآباد ھیں .... دو درخت زبردست اِملي کے کھڑے ھوئے مزار پر سایہ‌فگن ھیں - دو گاؤں شاھي وقت سے معافي مزار کے متعلق ھیں' ایک سِرموا معافي مسلمانوں کے اھتمام وصول تحصیل میں ھے ' دوسرا موضع بِلوا ھندؤوں کے متعلق معافي ھے - اطیع‌اللہ و امانت‌اللہ مجاور مزار کے ھیں .... مزار کے برابر ایک دوسرا احاطہ بطور سادھ کے بنا ھوا ھے جس میں ایک مستقل سادھو رھتا ھے - جو تحائف یا پرشاد ھندو لاتے ھیں اس کے پاس جمع ھوتے ھیں - ھم کو بھي اس

ہندو سادھو نے جس کا نام گیا داس ہے تھوڑی سی
مٹھائی دی جو بطور تبرک کے تھی ۲۷
ماہ ربیع الثانی کو عرس ہوتا ہے .... ایسے ہی
ایک میلہ ہندؤوں کی جانب سے ہوتا ہے - دور
دور سے لوگ ہندو مسلمان آتے ہیں - دونوں مدفن
برابر بنے ہوئے ہیں - احاطے جدا جدا ہیں ہندو
کہتے ہیں کہ یہ مقام ہے جہاں ان کے پھول
دفن کر دئے گئے ' یا وہ غائب ہو گئے - مسلمان اپنے
مزار کو مقام مدفن قرار دیتے ہیں - غرضکہ اپنے
اپنے خیال سے کام لے رہے ہیں - دونوں دیہات کی
معافیات سے خود بھی کھاتے پیتے ہیں اور صادر
وارد کی بھی خاطر تواضع کرتے ہیں -

کبیر صاحب پر کیا موقوف ہے ' ہر بڑے آدمی کے متعلق '
خصوصاً ہر مذہبی پیشوا کی زندگی کے گرد عوام کا تخیل
اور مریدوں اور چیلوں کی خوش اعتقادی اس قسم کے کشف
و کرامات کی روایات جمع کر دیتی ہے - شاید اِن سے اس
امر کا اظہار بھی مقصود ہوتا ہے کہ طالب صادق اگر اپنے
محبوب کی تفتیش اور تجسّس میں اپنے تئیں خاک میں
ملا دیتا ہے تو پرماتما بھی اُس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا
اور آڑے وقت سدا اس کے کام آتا ہے اور ہمیشہ اس کی
مشکلکشائی کرتا ہے - بہر حال ان سنتوں اور مہاتماؤں کی
زندگی کا اصلی سبق معجزوں اور کرامات کے قصوں سے نہیں
حاصل ہوتا بلکہ ان کی اخلاقی اور روحانی تعلیم سے اور

اس سچي شہادت سے جو وہ اپني زندگي اور اپنے تجربہ سے دنیا کے سامنے پیش کرتے ھیں - کبیر صاحب کي لاش غائب ھو گئي ھو یا نہ غائب ھو گئي ھو ' کبیر صاحب کے سامنے سے ھاتھي بھاگ گیا ھو یا نہ بھاگ گیا ھو ' لیکن اس سے کون انکار کرےگا کہ اُنھوں نے اپني پوری کوشش مکر و ریا ' آڈمبر اور پاکھنڈ کے توڑنے ' حق اور سچائي کے پھیلانے ' اور ھندؤوں اور مسمانوں ' برھمنوں اور شودروں کو ایک کرنے میں صرف کي ' اور ان کا شمار صاحبان معرفت اور مصلحان مذھب کي بزم نوراني کے بالانشینوں میں ھے - اھل ھند احسان فراموش نہیں ھیں ' اور وہ اس سچے ' نیک ' اور نِڈر مہاتما کي گراں مایہ اور لازوال خدمت کو فراموش نہیں کرینگے -

کبیر صاحب جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ھیں پڑھے لکھے نہ تھے - اُنھوں نے لوگوں کے دلوں کو تیغ زبان سے تسخیر کیا تھا - ان کے مرنے کے بعد اُن کے مریدوں اور چیلوں نے ان کا کلام جمع کیا ' اور اب ان کے نام سے بہت سي تصانیف چھپ گئي ھیں - وسکت صاحب نے ۸۲ کتابوں کي فہرست چھاپي ھے - اس میں نئي اور پراني سبھی کتابیں ھیں ' اور بعض کتابوں کے نام ایک سے زیادہ مرتبہ آ گئے ھیں - اجودھیا سنگھ جي اُپادھیاے کي کبیر بچناولي میں ذیل کی ۲۱ کتابوں کي فہرست درج ھے :

۱ — سکھ نِدھان — सुख निधान

۲ — گورکھ ناتھ کي گوشٹي — गोरखनाथ की गोष्टि

कबीर पांजी	۳ — کبیر پانجي
बल्ख की रमैनी	۴ — بلخ کي رمیلی
आनन्द राम सागर	۵ — آنند رام ساگر
रामानन्द की गोष्टि	۶ — رامانند کي گوشتي
शब्दावली	۷ — شبداولی
मंगल	۸ — منگل
बसन्त	۹ — بسنت
होली	۱۰ — هولي
रेख़ता	۱۱ — ریختہ
झूलन	۱۲ — جھولن
कहरा	۱۳ — کَہرَا
हिँडोला	۱۴ — هنڈولا
बारहमासा	۱۵ — بارہ ماسا
चांचर	۱۶ — چاچر
चौंतीसी	۱۷ — چونتیسي
अलिफ़नामा	۱۸ — الف نامہ
रमैनी	۱۹ — رمیلي
साखी	۲۰ — ساکھي
बीजक	۲۱ — بیجک

یہ سمجھ میں آتا ھے کہ جو کلام سیکڑوں برس تک لوگوں کي زبان پر رھےگا اس میں لفظي تغیر و تبدل ضرور ھوا ھوگا - کہیں کہیں لکھنے والے نے بھي کچھ گھٹا بڑھا دیا ھوگا - لیکن کبیر صاحب کي تعلیم و تلقین کے اُصول ایسے

صاف اور صریح ہیں اور اُن کا بیان بار بار اس طرح پر ہوا ہے کہ کسی پڑھنے والے کو اُن کے متعلق کچھ شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی - سکھوں کے آدی گرنتھ میں جہاں اور سنتوں کا کلام ہے وہاں کبیر صاحب کا کلام بھی ہے - بیجک کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں - بابو شیام سندر داس صاحب نے دو قلمی نسخوں کی مدد سے "کبیر گرنتھاولی" کو ترتیب دیا ہے - الہ آباد کے بلویڈیر پریس نے "کبیر شبداولی" کے نام سے ایک کتاب چار حصوں میں چھاپی ہے اور ایک عیسائی پادری ریورنڈ احمد شاہ نے کبیر کی بیجک کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے -

کبیر صاحب کي تعلیم اور تلقین

(۱) توحید

کبیر صاحب اپني تلقین میں دو باتوں پر بہت زور دیتے تھے ' ایک توحید ' دوسرے بھکتي - دنیا کا مالک ایک ھے ' اُس کا کوئي شریک نہیں ' اس کے سامنے دیوي دیوتاوں کي کوئي حقیقت نہیں ' وہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ھے ' اُس تک پہونچنے کے لئے محض سچے پریم کي ضرورت ھے ' کسی کي وساطت اور شفاعت درکار نہیں - جب ھمہ اوست کا رنگ غالب ھوتا ھے تو کہتے ھیں کہ خالق مخلوق میں ھے اور مخلوق خالق میں - یہ دونوں الگ الگ نہیں ھیں - اَودیا اور اگیان نے دوئي کا پردہ ڈال رکھا ھے - اگر جہالت کے بادل چھٹ جائیں اور اھنکار (خودي) کي تاریکي دور ھو جائے تو چشم بینا کو ھمہ اوست کي حقیقت صاف نظر آنے لگے - وہ کہتے ھیں کہ مایا کي نقاب ھٹا دو اور معشوق ازل کي آرائش جمال کا معائنہ کرو -

साहब मेरा एक है , दूजा कहा न जाय , (۱)
दूजा साहब जो कहूं , साहब खरा रिसाय ।

صاحب میرا ایک ھے دوجا کہا نہ جاے
دوجا صاحب جو کہوں صاحب کھرا رساے

[میرا مالک ایک ہے - دوسرا نہیں کہہ سکتا - اگر دوسرا مالک کہوں تو میرا مالک مجھ سے ناراض ہو جائےگا -]

जाके मुंह माथा नहीं, नाहीं रूप करूप, (۲)
पुहप बास से पातरा, ऐसा तत्त्व अनूप।

جاکے منھ ماتھا نہیں نا ہیں روپ کُروپ
پُھپ باس سے پاترا ایسا تَتْو انوپ

[جس کے نہ منھ ہے نہ ماتھا ہے، نہ خوبصورت ہے نہ بدصورت، وہ ایک عجیب جوہر ہے پھول کی بو سے بھی زیادہ لطیف -]

जनम मरन से रहित है, मेरा साहब सोय, (۳)
बलिहारी उस पीउ के, जिन सिरजा सब कोय।

جنم مرن سے رہَت ہے میرا صاحب سوے
بلہاري اس پیو کے جن سِرجا سب کوے

[جو پیدائش اور موت سے آزاد ہے وہ میرا مالک ہے، اس محبوب کے قربان جس نے سب کو پیدا کیا -]

सोई मेरा एक तू, और नहि दूजा कोय, (۴)
जो साहब दूजा कहे, दूजा कुल का होय।

سوئي میرا ایک تُو اور نہیں دوجا کوے
جو صاحب دوجا کہے دوجا کل کا ہوے

[میرا ایک تو ہے، دوسرا کوئي نہیں ہے، جو دوسرا مالک کہے وہ دوغلے خاندان کا ہے -]

सरगुन की सेवा करो , निरगुन का करो ज्ञान , (५)
निरगुन सरगुन से परे , तहीं हमारा ध्यान ।

سرگن کی سیوا کرو نرگُن کا کرو گیان
نرگن سرگن سے پرے تہیں ہمارا دھیان

[صفات کی خدمت کرو اور ذات کا علم حاصل کرو ' صفات اور ذات سے جو پرے ہے ہمارا دھیان وہاں ہے -]

तेरा साईं तुझ में बसे , ज्यों पुहुपन में बास , (६)
कस्तूरी का मृग ज्यों , फिर २ ढूंढे घास ।

تیرا سائیں تجھ میں بسے جیوں پھُولن میں باس
کستوری کا مرگ جیوں پھر پھر ڈھونڈے گھاس

[تیرا مالک تجھ میں اس طرح ہے جس طرح پھولوں میں بو ' اور تو اُس کو اِدھر اُدھر تلاش کرتا پھرتا ہے جس طرح ہرن اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ نافہ اس کے جسم میں ہے اور اِدھر اُدھر گھاس میں ڈھونڈتا پھرتا ہے -]

जा कारन जग ढूंढिया , सो तो घटहि मांहि , (७)
परदा दीया भरम का , ताते सूझत नांहि ।

جا کارن جگ ڈھونڈیا سو تو گھٹ ہی مانہہ
پردہ دی آ بھرم کا تاتے سوجھت نانہہ

[جس کو تو دنیا بھر میں ڈھونڈتا پھرتا ہے وہ

تجھی میں ھے - شک کا پردہ پڑا ھے اس لئے سوجھتا نہیں -]

(۸) ज्यों तिल मांहि तेल है, ज्यों चकमक में आग,
तेरा सांईं तुझमें बसे, जाग सके तो जाग।

جیوں تِل ماھیں تیل ھے جیوں چکمک میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں بسے جاگ سکے تو جاگ

[تیرا مالک تجھ میں اس طرح ھے جس طرح تِل میں تیل اور چقماق میں آگ - اگر تو جان سکے تو جان -]

(۹) ज्यों नैनन मां पूतरी, त्यों खालिक घट मांहि,
मूरख लोग न जानहीं, बाहर ढूंढन जांहि।

جیوں نینن ماں پوتری تیوں کھالک گھٹ مانھ
مورکھ لوگ نہ جانھیں باھر ڈھونڈھن جانھ

[خالق دل میں اُسی طرح ھے جس طرح آنکھ میں پُتلی ' بیوقوف جانتے نہیں ' باھر ڈھونڈھتے پھرتے ھیں -]

(۱۰) तूं तूं करना तूं भया, मुझमें रही न हूं,
वारी तेरे नाम पर, जित देखूं तित तूं।

توں توں کرنا توں بھیا مجھ میں رھی نہ ھوں
واری تیرے نام پر جت دیکھوں تت توں

[تُو تُو کرتے کرتے میں تُو ھو گیا ' مجھ میں خودی باقی نہیں رھی - تیرے نام کے قربان ' جدھر دیکھوں تو ھی تو ھے -]

खालिक खलक, खलक में खालिक, (۱۱)
सब घट रहो समाय।
کھالک کھلک، کھلک میں کھالک،
سب گھٹ رھو سماے

[خالق ھے خلق میں، اور خلق ھے خالق میں -
سبھوں میں وہ سمایا ھوا ھے -]

اسی خیال کو فارسي کا شاعر یوں نظم کرتا ھے —

در حقیقت نسب عاشق و معشوق یکست
بوالفضولاں صنم و برھمنے ساختہ اند

हेरत हेरत हेरिया, रहा कबीर हेराय, (۱۲)
बूंद समाई समुद्र में, सो कित हेरी जाय।
ھیرت ھیرت ھیریا رھا کبیر ھراے
بوند سمائي سمدر میں سو کِت ھیري جاے

[اے کبیر، ڈھونڈتے ڈھونڈتے ڈھونڈھنے والا آپ کھو گیا،
بوند سمندر میں سما گئي، تو کس طرح ڈھونڈی جاے -]

غالب نے بھي کچھ ایسا ھي خیال نظم کیا ھے —

ھاں اھل طلب کون سنے طعنۂ نایافت
دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ھي کو کھو آے

कबिरा दुनिया देहरे सीस नवावन जाय, (۱۳)
हिरदै ही माँ हरि बसैं, तू ताहि ळख लाय।

کَبِرا دنیا دیہرے سیس نواؤں جاے
ہردے ہی ماں ہر بسیں تو تاہی لَو لاے

[اے کبیر ' دنیا مندروں میں سر جھکاتی پھرتی ہے '
ایشور دل میں ہے ' تُو اُسی سے لَو لگا -]

जैसे बट का बीज , ताहि में पत्र फूल फल छाया , (۱۴)
काया मध्ये बूंद बिराजे , बूंदे मध्ये काया ।
جیسے بَٹ کا بیج تاہی میں پَتر پھُول پَھل چھایا
کایا مدّھے بوند براجے بوندے مدّھے کایا

[جیسے برگد کے بیج میں پتّا پھول پھل سایہ سب
کچھ ہوتا ہے ' بوند کے اندر جسم ہے ' اور جسم کے اندر
بوند -]

اس میں یہ نکتہ بھی ہے کہ برگد کا درخت بہت بڑا
اور بیج بہت چھوٹا ہوتا ہے - اسی خیال کو ایک اردو
شاعر نے نظم کیا ہے —

جو تخم میں مجمل ہے مفصل ہے شجر میں

मोको काहां ढूंढा रे बंदे , मैं तो तेरे पास में , (۱۵)
ना मैं देवल , ना मैं मसजिद , ना काबे कैलास में ।
موکو کہاں ڈھونڈھا رے بندے میں تو تیرے پاس میں
نا میں دیول نا میں مسجد نا کعبے کیلاس میں

[اے بندے ' مجھے کہاں ڈھونڈتا ہے ' میں تو تیرے پاس

ہوں، نہ میں مندر میں ہوں، نہ مسجد میں، نہ کعبہ میں، نہ کیلاش میں۔]

(۱۶) कर्त्ता है एक अगम है आप,
वाके कोई माई ना बाप।
कर्त्ता को नहीं बंधु औ नारी,
सदा अखंडित है अगम अपारी।
कर्त्ता कुछ खावे ना पीवे,
कर्त्ता कबहुं मरे ना जीवे।
कर्त्ता के कुछ रूप न रेखा,
कर्त्ता के कुछ बरन न भेषा।
जाके जात गोत कछु नाहिँ,
महिमा बरन न जाय मो पाहिँ।
रूप अरूप नहिँ तेहि नांव,
बरन अबरन नहिँ तेहि ठांव।
कहें कबीर बिचारि कै जाके बरन न गांव,
निराकार और निरगुना पूरन है सब ठांव।

کرتا ہے ایک اگم ہے آپ
واکے کوئی مائی نا باپ
کرتا کو نہیں بندھو او ناری
سدا اکھنڈت ہے اگم اپاری
کرتا کچھ کھاوے نا پیوے
کرتا کبھوں مرے نا جیوے

کرتا کے کچھ روپ نہ ریکھا
کرتا کے کچھ برن نہ بیکھا
جاکے جات گوت کچھو ناھیں
مہما برن نہ جاے مو پاھیں
روپ اروپ نہیں تےھي نانوں
برن ابرن نہیں تےھي ٹھانوں
کہیں کبیر بچارکے جاکے برن نہ گانوں
نراکار اور نرگنا پورن ھے سب ٹھانوں

[کرتا یا خالق اگم ھے، اس تک پہونچنا محال ھے- وہ اتھاہ ھے، وہ آپ سے ھے، نہ اس کے ماں ھے نہ باپ- نہ اس کے بھائي ھے نہ بیوي- وہ ھمیشہ سے ھے، اس کے ٹکڑے نہیں ھو سکتے- وہ اتھاہ ھے اور اس کي کوئي حد نہیں ھے- نہ وہ کھاتا ھے، نہ پیتا ھے، نہ مرتا ھے، نہ جیتا ھے- نہ اس کي شکل ھے نہ صورت، نہ اس کا رنگ ھے نہ بھیس، نہ ذات ھے نہ گوتر- میں اس کی تعریف نہیں کر سکتا- نہ خوبصورت ھے نہ بدصورت، نہ اس کا کچھ نام ھے، نہ رنگیں ھے نہ بے رنگ، نہ اس کي کوئي جگہ ھے- کبیر بچار کے کہتے ھیں کہ نہ اس کي کوئي ذات ھے نہ کوئي مقام، نہ اس کي شکل ھے، نہ اس کے صفات ھیں- وہ کامل ھر جگہ موجود ھے-]

کبیر صاحب بُت پرستي اور مُورتي پوجا کے سخت خلاف ھیں- اس سے زیادہ اور کوئي کیا کہےگا ؟

पाहन पूजे हरि मिलैं, तो मैं पूजूं पहार, (۱۷)
ताते यह चाकी भली, पीस खाय संसार।

پاھن پوجے ھري ملیں تو میں پوجوں پہار
تاتے یہ چاکي بھلي پیس کھاے سنسار

[اگر پتھر پوجنے سے خدا ملتا، تو میں پہاڑ کو پوجتا۔ اس سے تو یہ چکي اچھي جس سے لوگ پیس‌کر کھاتے ھیں، یعني چکي کا پتھر کسی کام تو آتا ھے، مورتي تو کسي کام نہیں آتي۔]

دنیا بدگمانوں اور مذاق اُڑانے والوں سے خالي نہیں۔ یہ ظالم نہ بندہ کو چھوڑتے ھیں نہ خدا کو، نہ انسان کو نہ پرماتما کو۔ ستم ظریف کہتے ھیں کہ بُت پرست اور موحد میں سگن اُپاسنا اور نرگن اُپاسنا میں کون سا بڑا فرق ھے؟ اصلیت دونوں کي ایک ھے۔ بت پرست اپنے ھاتھ سے اپنا خدا تراشتا ھے۔ موحد اپنے تخیل سے، اپنے دماغ سے، اپنا خدا خلق کرتا ھے۔ ھر حالت میں اپنے معبود کا خالق انسان ھے۔ موحد کو اختیار ھے کہ وہ اپني انانیت کي تشفي کے لئے کہ لے کہ وہ بت پرست سے برتر ھے، مگر سچ پوچھئے تو یہ سب ایک ھي تھیلي کے چٹّے بٹّے ھیں اور بنیاد ان کي انسانی کمزوري اور ضعیف‌الاعتقادي پر ھے۔ خیر، یہ دوسرا قصہ ھے۔ اس کو جانے دیجئے اور نفس مطلب کي طرف رجوع کیجئے۔

کبیر صاحب پیر اور اولیا کو بھي نہیں مانتے۔

कर्त्ता एक और सब बाजी, (۱۸)
ना कोई पीर मसायख काजी।

کرتا ایک اور سب باجی
نا کوئی پیر مسائکھ کاجی

[کرنےوالا ایک ھے اور سب کھیل ھے - نہ کوئی پیر ھے ' نہ مشائخ ' نہ قاضی -]

कबिरा सोई पीर है जो जाने पर पीर, (۱۹)
जो पर पीर न जानिए सो काफिर बे पीर।

کَبِرا سوئی پیر ھے جو جانے پر پیر
جو پر پیر نہ جانئے سو کاپھر بے پیر

[کبیر وھی پیر ھے جو دوسروں کی تکلیف کو جانے' جو دوسروں کی تکلیف نہیں جانتا وہ کافر بےپیر ھے -]

کبیر صاحب اُوتاروں کو بھی نہیں مانتے - اُن کا معبود مکان اور زمان کی قید سے آزاد ھے - ان کا یہ عقیدہ ھے کہ نِرگن کے واسطے سرگن باعث حجاب ھے اور پرستار صفات ادراک ذات سے محروم رھتے ھیں -

तेहि साहब के लागू साथा, (۲۰)
दुई दुख मेट के होहु सुनाथा।
दसरथ कुल अवतरि नहिँ आया,
नहिँ लंका के राय सताया।
नहिँ देवकी के गरभहिँ आया,

नहिँ जसोदा गोद खिळाया।
पृथ्वी रमन दमन नहिँ करिया,
बैठ पताल नहीं बलि छलिया।
नहीं बळिराय सों मांडी रारी,
नहि हिरनाकस वघल पछाड़ी।
रूप बराह धरन नहि धरिया,
छती मार निछत्री न करिया।
नहि गोबरधन कर पर धरिया,
नहि गोवाल संग बन बन फिरिया।
गंडक शाळिग्राम न शेळा,
मत्स्य कच्छ ह्वै नहिँ जल हेळा।
द्वारवती में शरीर न छांड़ा,
ले जगन्नाथ पिँड नहि गाड़ा।
कहहिँ कबीर पुकारि कै वा पंथे मत भूळ,
जे हिय राखे अनुमान करि थूल नहि अस्थूल।

تے هي صاحب کے لاگو ساتها
دوئي دکهه میت کے هو هو سناتها
دسرتهه کل اوتري نهیں آیا
نهیں لنکا کے راے ستایا
نهیں دیوکي کے گربهه هیں آیا
نهیں جسودا گود کهلایا
پرتهوی رمن دمن نهیں کریا
بیتهه پتال نهیں بلي چهلیا

نہیں بلي راے سوں مانتي راري
نہیں ہرناکس بگھل پچھاڑي
روپ براہ دھرن نہیں دھریا
چھتري مار نچھتري نہ کریا
نہیں گوبردھن کر پر دھریا
نہیں گوال سنگ بن بن پھریا
گنڈک شالگرام نہ شیلا
متسیہ کچھ ہوے نہیں جل ھیلا
دواروتي میں شریر نہ چھانڑا
لے جگلناتھ پنڈ نہیں گاڑا
کہي ھي کبیر پکارکے وا پلتھے مت بھول
جے ھي راکھے انومان کري تھول نہیں استھول

اس نظم میں کبیر داس جي اوتاروں کے وجود سے صاف صاف انکار کرتے ھیں - وہ مختلف اوتاروں کا اور ان کے کارناموں کا ذکر کرتے ھیں - رامچندر جي اور لنکا کي فتح ، کرشن جي اور گوبردھن کا اُٹھانا اور گوالوں کے ساتھ پھرنا ، پرسرام جي کا چھتریوں کو مارنا ، بامن اوتار کا راجہ بلی سے پرتھوي دان میں حاصل کرنا ، وغیرہ ، وغیرہ ، اور آخر میں کہتے ھیں کہ اوتاروں کے پلتھ کے جھگڑوں میں مت پڑو - ایشور جو ھے وہ تھول یعني ساکار یا شکل و صورت رکھنے والا نہیں ھے بلکہ استھول یعني نراکار ھے -]

दस अवतार ईश्वरी माया कर्त्ता के जन पूजा , (२१)

कहे कबीर सुनो हो संतो उपजे खपे सो दूजा।

دس اوتار ایشوری مایا کرتا کے جن پوجا
کہے کبیر سنو ہو سنتو اُپجے کھپے سو دوجا

[دس اوتار ایشور کی مایا ہیں جن کو لوگ کرتا سمجھ کے پوجتے ہیں - جو پیدا ہوتا ہے اور مرتا ہے وہ کوئی دوسرا ہے - میرا ایشور نہیں ہے -]

کبیر صاحب رام کا ذکر کرتے ہیں - مثلاً

राम का नाम चौ बेद का मूल है।

رام کا نام چو بید کا مول ہے

[رام کا نام چاروں ویدوں کی جڑ ہے -]

निरगुन राम निरगुन राम जपो रे भाई।

نرگن رام نرگن رام جپو رے بھائی

[بھائیو ' نرگن رام کو جپو -]

مگر ان کا مطلب اجودھیا کے رامچندر جی سے نہیں ہوتا ' بلکہ اُسی ذات واحد و لاشریک سے جس کو وہ رام ' رحیم ' آچھے پُرُس ' وغیرہ کہتے ہیں -

दसरथ सुत तिहुं लोक बखाना, (۲۲)
राम नाम का मरम न जाना।

دسرتھ سُت تِہوں لوک بکھانا
رام نام کا مَرَم نہ جانا

[دسرتھ کے بیٹے کا ساری دنیا میں بیان ہوتا ہے - رام نام کے بھید کو کوئی نہیں جانتا -]

وہ سوائے اس ایک ذات کے کسی چیز کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے -

नाम बिना बेकाम है छप्पन कोट बिलास, (२३)
का इंद्रासन बैठ लो का बैकुंठ निवास।

نام بنا بے کام ہے چھپن کوٹ بلاس
کا اندراسن بیٹھ لو کا بیکنٹھ نواس

[نام کے بغیر چھپن کرور سُکھ بےکار ہیں ' چاہے اِندر کے تخت پر بیٹھو چاہے بیکنٹھ میں رہو -]

लूट सके तो लूट ले सत् नाम की लूट, (२४)
पीछे फिर पछतावगे प्रान जायेंगे छूट।

لوٹ سکے تو لوٹ لے ستّ نام کی لوٹ
پیچھے پھر پچھتاؤگے پران جائیں‌گے چھوٹ

[ست نام کی لوٹ جہاں تک بنے لوٹ لو ' ورنہ مر جاؤگے تو پچھتاؤگے -]

दीपक जोया ज्ञान का देखा अपरम देव, (२५)
चार बेद की गम नहीं जहां कबिरा सेव।

دیپک جویا گیان کا دیکھا اپرم دیو
چار بید کی گم نہیں جہاں کبیرا سیو

[گیان کا چراغ جلاکر بھگوان کو دیکھا - جہاں کبیر سیوا کرتا ھے وھاں چاروں ویدوں کي پہونچ نہیں ھے -]

(۲) بھکتي اور پریم

بھکتي کبیر صاحب کا خاص مضمون ھے ' اور اس کے بیان سے وہ کبھی نہیں تھکتے - بار بار مختلف اور متعدد طریقوں سے اس کو بیان کرتے ھیں - کبھي خدا کو مالک اور اپنے تئیں بندہ کہتے ھیں ' کبھی عاشق و معشوق ' کبھي دُلھا دُلھن کا رشتہ قائم کرتے ھیں ' یہاں تک کہ اپنے تئیں رام کا کُتّا کہتے ھیں ' اور خوش ھوتے ھیں - یہي رنگ صوفیوں کا ھے ملاحظہ ھو —

" میر تقي میر نے اپني خود نوشتہ سوانح عمري میں جس کا نام " ذکر میر " ھے لکھا ھے کہ ان کے والد جو ایک صوفي منش بزرگ تھے اور شب و روز یاد الھي میں مصروف رھتے تھے عالم محویت میں فرمایا کرتے تھے : —
اے پسر عشق بورز - عشق است کہ درین خانہ متصرف ست - اگر عشق نمي بود نظم کل صورت نہ می بست - بے عشق زندگي وبال ست - دل باختہ عشق بودن کمال ست - عشق بسازد عشق بسوزد در عالم ھرچہ ھست ظھور عشق است ' آتش سوز عشق است ' باد اضطراب عشق است - آب رفتار عشق ست - خاک قرار عشق است - موت مستی عشق است - حیات ھشیاري عشق است - شب خواب عشق است - روز بیداري عشق است - مسلم جمال عشق است - کافر جلال عشق است - صلح قریب عشق است - گناہ بُعد عشق است -

بہشت شوق عشق است - دوزخ ذوق عشق است - مقام عشق از عبودیت و عارفیت و زاھدیت و صدیقیت و خلوصیت و مشتاقیت و خلیلیت و حبیبیت برتر است" - ("ھماري شاعري" مصنفہ سید مسعود حسن رضوي - طبع دوم - صفحہ ۹۸ -)

[اے بیٹے ' عشق اختیار کر - اس کارخانہ میں عشق ھي کی حکومت ھے - اگر عشق نہ ھوتا انتظام عالم صورت نہ پکڑتا - عشق کے بغیر زندگي وبال ھے - عشق کو دل دے دینا کمال ھے - عشق بناتا ھے ' عشق جلاتا ھے - دنیا میں جو کچھ ھے عشق کا جلوہ ھے - آگ عشق کي گرمي ھے ' ھوا عشق کي بے چیني ھے ' پاني عشق کی رفتار ھے ' خاک عشق کا قیام ھے - موت عشق کي بیھوشي ھے ' زندگي عشق کي ھوشیاري ھے ' رات عشق کي نیند ھے ' دن عشق کا جاگنا ھے - مسلم عشق کا جمال ھے ' کافر عشق کا جلال ھے ' نیکي عشق کي قُربت ھے ' گناہ عشق سے دوري ھے ' بہشت عشق کا شوق ھے ' دوزخ عشق کا ذوق ھے ' عشق کی منزل عبودیت اور عارفیت اور زاھدیت اور صدیقیت اور خلوصیت اور مشتاقیت اور خلیلیت اور حبیبیت سب سے بالاتر ھے -]

کبیر کی بھکتي نِشکام اور بے لوث ھے - کوئي غرض اس میں شامل نہیں -

जब लग है बेकुंठ की आसा ,
तब लग न हरि चरन निवासा ।
جب لگ ھے بیکنٹھ کي آسا
تب لگ نہ ھري چرن نواسا

[جب تک بہشت کي امید ھے تب تک ھري کے قدموں کے نیچے نہیں رہ سکتے -]

اسي مضموں کو پنڈت برج نراین چکبست مرحوم نے نظم کیا ھے - کہتے ھیں —

چمن زار محبت میں اسي نے باغباني کي
کہ جس نے اپني محنت هي کو محنت کا ثمر جانا

کرم کانڈ ' گیان ' ریاضت ' یوگ ' اِن سب سے وہ عشق الهي کو برتر سمجھتے ھیں - بھکت ھر شخص ھو سکتا ھے ' امیر ھو یا مفلس ' برھمن ھو یا شودر - اس وجہ سے کبیر صاحب ذات کي تفریق کو نہیں مانتے اور اس کي مذمت کرتے ھیں ' یہاں تک کہ بارگاہ ایزدي میں مسلمان ھندو کے فرق کو بھي تسلیم نہیں کرتے - دیکھئے :—

(۱) जब लग नाता जगत का , तब लग भगत न होय ,
नाता तोड़े हरी भजे , भगत कहावे सोय।

جب لگ ناتا جگت کا تب لگ بھگت نہ ھوے
ناتا توڑے ھري بھجے بھگت کہاوے سوے

[جب تک دنیا سے تعلق ھے اُس وقت تک بھگت نہیں ھو سکتا - جو دنیا سے قطع تعلق کرکے خدا کو یاد کرے وہ بھگت کہلائےگا -]

(۲) कामी, क्रोधी, लालची , इन तीन भक्त न होय ,
भक्ति करे कोई सूरमा , जाति बरन कुल खोय।

کامی کرودھي لالچي اِن تین بھکت نہ ھوے
بھکتي کرے کوئي سورما جاتي برن کُل کھوے

[اھل ھوس ' غصہ کرنے والا ' لالچي ' یہ تینوں بھکت نہیں ھو سکتے - بھکت وہ بہادر ھو سکتا ھے جو ذات ' برن ' اور خاندان کو کھو دے -]

जल ज्यों प्यारा माछरी , लोभी प्यारा दाम , (३)
माता प्यारा बालिका , भक्त प्यारा नाम ।

جل جیوں پیارا ماچھري لوبھي پیارا دام
ماتا پیارا بالکا بھگت پیارا نام

[مچھلي کو جس طرح پاني پیارا ھے ' اور لالچی کو روپیہ ' جس طرح ماں کو بچہ پیارا ھے ' اُسی طرح بھکت کو ایشور کا نام -]

भक्ति गेंद चौगान की , भावे कोई ले जाय , (४)
कह कबीर कुछ भेद नहीं , कहा रंक कह राय ।

بھکتي گیند چوگان کي بھاوے کوئي لے جاے
کہ کبیر کچھ بھید نہیں کہا رنک کہ راے

[بھکتي چوگان کے گیند کي طرح ھے ' جو چاھے لے جاے - اس میں امیر اور غریب میں کچھ فرق نہیں ھے -]

अरब खरब लों दरब है , उदय अस्त लों राज , (५)
भक्ति महातम ता तले , यह सब कौने काज ।

اُرب کھرب لوں درب ھے ، اُدے است لوں راج
بھکتي مہاتم تاتلے یہ سب کونے کاج

[اُرب کھرب روپیہ اور پورب سے پچھم تک کا راج ،
بھکتي کے سامنے سب ہیچ ھیں -]

और करम सब करम है, भक्ति कर्म निष्कर्म, (६)
कहे कबीर पुकारि कै, भक्ति करो तजि धर्म।

اور کرم سب کرم ھے بھکتي کرم نش کرم
کہے کبیر پکارکے بھکتي کرو تج دھرم

[اور سب کرم مطلب کے ھیں ، بھکتي کا کرم بے
غرض ھے ، کبیر پکار کے کہتا ھے دھرم کو چھوڑ کر
بھکتي کرو -]

यह तो घर है प्रेम का, खाला का घर नांहि, (७)
सीस उतारे भुंई धरे, तब बैठे घर माँहि।

یہ تو گھر ھے پریم کا خالہ کا گھر نانہہ
سیس اتارے بھوئیں دھرے تب بیٹھے گھر مانہہ

[یہ پریم کا گھر ھے ، خالہ جي کا گھر نہیں ھے -
سر اُتار کر زمین پر رکھے تب اس گھر میں داخل ہو -]

कबीर भाटी कलाळ की, बहुतक बैठे आय, (८)
सर सौंपे सोई पिवे, नहिं तो पिया न जाय।

کبیر بھاٹي کلال کي بہو تک بیٹھے آے
سر سونپے سوئي پیوے نہیں تو پیا نہ جاے

[کبیر کلوار کي ایک بھٹي ھے ' بہت لوگ آکر بیٹھے ' جو اپنا سر دے وہ پئے ' ورنہ نہیں پي سکتا -]

प्रेम न बाड़ी ऊपजे, प्रेम न हाट बिकाय, (९)
राजा प्रजा जोहि रुचे, सीस देइ लै जाय।

پریم نہ باڑي اوپجے پریم نہ ھاٹ بکائے
راجہ پرجا جوھي رُچے سیس دے ئي لے جائے

[پریم نہ باغ میں پیدا ھوتا ھے ' نہ بازار میں بکتا ھے ' راجہ پرجا جو پسند کرے سر دے کر لے جاے -]

जब मैं था तब गुरु नहीं, जब गुरु है तब हम नाहिँ, (१०)
प्रेम गली इत सांकरी, ता में दो न समाहिँ।

جب میں تھا تب گورو نہیں جب گورو ھے ھم نانھ
پریم گلي ات سانکری تا میں دو نہ سمانھ

[جب میں تھا تب گُرو نہ تھا ' جب گُرو ھے تو میں نہیں ھوں - یعني جب تک مجھ میں خودي تھي اس وقت تک گُرو کا پریم حاصل نہیں ھوا تھا ' جب گرو کا پریم حاصل ھوا تو خودي جاتي رھي - پریم کی گلي اتني تنگ ھے کہ اس میں دو نہیں سما سکتے -]

जो घट प्रेम न संचरे, सो घट जान मसान, (११)
जैसे खाळ लोहार की, सांस लेत बिन प्रान।

جو گھٹ پریم نہ سنچرے سو گھٹ جان مسان
جیسے کھال لہار کی سانس لیت بن پران

[جس دل میں پریم نہیں اُٹھتا وہ دل مرگھٹ کی طرح ہے ' جیسے لوہار کی دھونکنی بغیر جان کے سانس لیتی ہے -]

पिया चाहे प्रेमरस , राखा चाहे मान , (१२)
एक मियान में दो खड़ग , देखा सुना न कान ।

پیا چاہے پریم رس رکھا چاہے مان
ایک میان میں دو کھڑگ دیکھا سنا نہ کان

[تو پریم کا رس پینا چاہتا ہے اور خودی کو قائم رکھنا چاہتا ہے ' ایک میان میں دو تلواریں نہ دیکھیں نہ کان سے سنیں -]

कबीर प्याला प्रेम का , अंतर लिया लगाय , (१३)
रोम रोम में रम रहा , और अमळ क्या खाय ।

کبیر پیالہ پریم کا انتر لیا لگائے
روم روم میں رم رہا اور امل کیا کھائے

[کبیر نے پریم کا پیالہ پی لیا ' اس کے ہر موے تن میں وہ بس گیا ہے ' اور نشہ وہ کیا کھائے ؟]

राता माता नाम का , पिया प्रेम अघाय , (१४)
मतवाला दीदार का , मांगे मुक्ति बळाय ।

راتا ماتا نام کا پیا پریم اگھاے
متوالا دیدار کا مانگے مکت بلاے

[نام میں محو ھے ' نام میں مست ھے ' پریم کا پیالہ پی ھوکر پي لیا ھے - وہ دیدار کا متوالا ھے ' اس کي بلا مکتي مانگے ' یعني عاشقان الهي مکتي یا نجات سے بھي بے نیاز ھیں -]

हरि से तू जिन हेत कर , कर हरि जन से हेत , (१५)
माल मुलुक हरि देत हैं , हरि जन हरहिं देत।

هري سے تو جِن هیت کر کر هري جَن سے هیت
مال ملک هري دیت هیں هري جَن هر هیں دیت

[تو الله سے محبت مت کر ' بلکہ الله والوں سے محبت کر - الله مال ملک دیتا ھے اور الله والوں سے الله ملتا ھے -]

प्रीतम को पतियां लिखूं , जो कहुं होय बिदेस , (१६)
तन में मन में नैन में , ताको कहां संदेस।

پریتم کو پتیاں لکھوں جو کہوں ھوے بدیس
تن میں من میں نین میں تاکو کہاں سندیس

[اگر محبوب پردیس میں ھو تو اس کو خط لکھوں ' وہ تو میرے بدن میں ' من میں ' آنکھوں میں سمایا ھوا ھے ' اس کو سندیسا کیا بھیجوں ؟]

अग्नि आंच सहना सुगम , सुगम खड्ग की धार , (१७)

नेह निभावन एक रस, महा कठिन व्योपार।
اگن آنچ سہنا سگم سگم کھڑگ کي دھار
نیہ نبھاوں ایک رس مہا کٹھن بیوپار

[آگ کي آنچ سہنا اور تلوار کي دھار، یہ سہل ھے - محبت کو یکساں نباہ دینا یہ بڑا سخت کام ھے -]

सुमरन सुरत लगाय कै, मुख से कछु न बोल, (۱۸)
बाहर के पट देइ कै, अंतर के पट खोल।
سمرن سرت لگاے کے مکھ سے کچھو نا بول
باھر کے پٹ دے اي کے انتر کے پٹ کھول

[اس کي یاد کر، اس کا دھیان کر، مگر مکھ سے کچھ نہ بول - باھر کے دروازے بند کرکے اندر کے دروازے کھول دے -]

सबहिँ तरु तर जाय कै, सब फल लीन्हूं चीख, (۱۹)
फिर फिर मांगत कबीर है, दरसन ही की भीख।
سب ھي ترو تر جاے کے سب پھل لیلھو چکھ
پھر پھر مانگت کبیر ھے درسن ھي کي بھیکھ

[سب پیڑوں کے نیچے جاکر سب کے پھل چکھ لئے - کبیر تو بار بار درشن ھي کي بھیک مانگتا ھے -]

कबीर कुत्ता राम का, मोतिया मेरा नांव, (۲۰)
गले राम की जीवड़ी, जित खींचें तित जांव।

کبیر کوتا رام کا مُتیا میرا نانوں
گلے رام کي جیوڑي جت کھینچیں تت جاوں

[کبیر رام کا کتا ھے ' میرا نام موتي ھے ' گلے میں رام کي رسي پڑی ھے ' جہاں کھینچتے ھیں وھاں جاتا ھوں -]

سنا ھے کہ میرزا غالب نے لڑکپن میں کنکوے کے لئے یہ شعر کہا تھا —

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
مي برد ھر جا کہ خاطر خواہ اوست

मेरा मुझमें कुछ नहीं, जो कुछ है सो तोर, (२१)
तेरा तुझको सौंपते, क्या लागत है मोर।

میرا مجھ میں کچھ نہیں جو کچھ ھے سو تور
تیرا تجھ کو سونپتے کیا لاگت ھے مور

[میرے پاس کوئي شے میري نہیں ' جو کچھ ھے تیرا ھے - تیري چیز تجھ کو دیتے میرا کیا لگتا ھے ؟]

तुम तो समरथ साईयां, दृढ़ करि पकड़ो बांह, (२२)
धुरहि पै पहुंचाइयो, जनि छाड़ो मग मांहि।

تم تو سمرتھ سائیاں درڑھ کري پکڑو بانھ
دُھر ھی پے پہونچایو جني چھاڑو مگ مانھ

[اے مالک ' تم قوی ھو ' میري بانھ مضبوط پکڑو - دُھر تک پہونچا دینا ' راستہ میں نہ چھوڑ دینا -]

पतिव्रता पति को भजे , और न आन सहाय , (۲۳)
सिंह बचा जौ लंघना , तौभी घास न खाय ।

پتي‌برتا پت کو بھجے اور نہ آن سہاے
سنگھ بچہ جو لنگھنا تو بھي گھاس نہ کھاے

[وفادار عورت اپنے خاوند کو یاد کرتي ھے ' اسے اور کوئي اچھا نہیں لگتا - شیر کا بچہ اگر فاقہ بھي کرتا ھے تو گھاس نہیں کھاتا -]

भुक्ति मुक्ति माँगौं नहीं , भक्ति दान दे मोंहि , (۲۴)
और कोई याचूं नहीं , निसिदिन याचूं तोंहि ।

بھُکتي مکتي مانگو نہیں بھَکتی دان دے موھہ
اور کوئي یاچوں نہیں نس دن یاچوں توہ

[دنیا کا آرام نہیں مانگتا ' مُکتي نہیں مانگتا ' مجھے بھکتي دے ' اور کچھہ نہیں مانگتا ' رات دن تجھي کو مانگتا ھوں -]

द्वार धनी के पड़ि रहै , धका धनी का खाय , (۲۵)
कबहूं धनी निवाजहिं , जो दर छाड़ि न जाय ।

دوار دھنی کے پڑ رھے دھکا دھني کا کھاے
کب ھوں دھني نواجھیں جو در چھاڑ نہ جاے

[امیر کے دروازے پر پڑا رھے ' امیر کے دھکے کھاے ' اگر دروازہ چھوڑ کر نہیں جاےگا تو کب تک امیر توجہ نہیں کرےگا -]

हरि जननी, मैं बालक तेरा, (۲۶)
कस नहीं बकसो औगुन मेरा।

ہري جلنی میں بالک تیرا
کس نہیں بکسو اوگن میرا

[خدا میري مان ہے، اور میں اس کا بچہ ہوں۔
میرے قصور کیسے نہیں معاف کرےگا؟]

दुलहिन गाओ मंगल चार, (۲۷)
हमरे घर आये राम भतार।

دُلہن گاؤ منگل چار
ہمرے گھر آئے رام بھتار

[اے دُلہن، مبارکباد گاؤ، ہمارے گھر رام ایسے
دُولہا آئے۔]

کبھي کبھی اپني محبت کي استواري پر نازاں ہوکر
شوخي اور بےباکي سے گفتگو کرتے ہیں۔

अब तोहे जान न दीहूं राम प्यारे, (۲۸)
ज्यों भावे त्यों होहु हमारे।

اب توہے جان نہ دیہوں رام پیارے
جیوں بھاوے تیوں ہوہو ہمارے

[رام پیارے، تم کو اب جانے نہ دونگا، جس طرح
چاہو تم ہمارے ہوکر رہو۔]

ایک ایسا ھي دوھا سور داس جی کا مشہور ھے - روایت یہ ھے کہ چونکہ اندھے تھے جو کچھ کہتے تھے ایک محرر لکھ لیتا تھا - ایک روز محرر نہ تھا کرشن جي اس کي جگہ خود آ گئے ' اور سور داس جي کا کلام لکھنے لگے - سور داس جی نے محسوس کیا کہ محرر اس کے قبل کہ الفاظ مُنھ سے نکلیں ان کو لکھ لیتا ھے ' اور اس کے پہلے کہ وہ اپنے خیالات کو ظاھر کریں وہ خیالات کاغذ پر درج ھو جاتے ھیں ' وہ سمجھ گئے کہ یہ میرا محرر نہیں ھے بلکہ کرشن جي خود ھیں ' اور انھوں نے اُن کا ھاتھ پکڑ لیا ' مگر کرشن جي اپنا ھاتھ چھڑا کر غائب ھو گئے - تب سور داس جي نے کہا —

कर झिटकाये जात हो , दूर्बळ जानि कै मोंहि ,
हिरदै से जब जाओगे , मर्द बखानूं तोहि ।

کر جھٹکے جات ھو دربل جان کے مونہہ
ھردے سے جب جاؤگے مرد بکھانوں توہ

[مجھ کو کمزور جان کے ھاتھ جھٹک کر چلے جاتے ھو ' میں تم کو جب مرد جانوں کہ میرے دل سے چلے جاؤ -]

اس کو پریم دھتائي کہتے ھیں -

جیسا کہ میں کہ چکا ھوں ' بھکتي کے راستے میں سب برابر ھیں ' برھمن اور شودر میں کچھ فرق نہیں ھے -

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامي
کہ درین راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اس کی مثالیں بھي دیکھئے —

एक बूंद, एक मळ मूतर, एक चाम का गूदा, (२९)
एक जोति हिँ सब उपजा, कौन बहमन कौन सूदा।

ایک بوند ایک مل موتر ایک چام کا گودا
ایک جوتي ھیں سب اُپجا کون بھمن کون سودا

[ایک قطرہ، ایک پاخانہ، ایک پیشاب، ایک چمڑے کا گودا، ایک نور سے سب پیدا ھوئے ھیں - کون برھمن ھے، کون شودر؟]

जाति न पूछो साधु की, पूछि लीजै ज्ञान, (३०)
मोल करो तरवार का, पड़ा रहन दो म्यान।

جاتي نہ پوجھو سادھ کي پوچھي لیجے گیان
مول کرو تروار کا پڑا رھن دو میان

[سادھو کي ذات نہ پوچھو، اس کا گیان دریافت کر لو - تلوار کے دام چکاؤ، میان کو پڑا رھنے دو -]

(۳) مذهب کي نمائش

کبیر صاحب چونکہ صاحب دل تھے صفائے باطن کي قدر جانتے تھے اور سچے پریم کو برتتے تھے - اس واسطے مذهب کي نمائش اور ظاهري رسم و رواج سب ان کي نظر میں هیچ تھے - ان کا اصول هے بھکتي اور عشق الهي - اگر دل صاف هوگا اور ایشور کی بھکتي دل میں هوگي تو افعال آپ سے آپ درست هو جاویں‌گے - اگر دل صاف نهیں هے اور اس میں محبت کا جذبہ نهیں هے تو مذهب کا ظاهري ٹھاٹ فضول هے ' بلکہ ریا هے ' اور اس واسطے گناہ - وہ وید اور کتاب (قرآن) ' پنڈت اور قاضي کا مذاق اُڑاتے هیں اور ریا کاري اور جھوٹي نمائش کے خطرہ سے لوگوں کو متنبہ کرتے هیں -

माला फेरत युग भया , फिरा न मन का फेर , (۱)
कर का मनका डारि दै , मन का मनका फेर ।

مالا پھیرت جگ بھیا پھرا نہ من کا پھیر
کر کا منکا ڈار دے من کا منکا پھیر

[مالا پھیرتے جگ بیت گئے ' من کا پھیر دور نہ
هوا - هاتھ کا دانہ چھوڑ دے ' من کا دانہ پھیر -]

माला तो कर में फिरे , जीब फिरे मुख मांहि , (۲)
मनवा दहुं दिस फिरे , यह तो सुमिरन नांहि ।

مالا تو کر میں پھرے جیبھ پھرے مُکھ مانھ
منوا تو دَھوں دِس پھرے یہ تو سُمرن ناتھ

[مالا هاتھ میں پھرتي ھے ' زبان مُنھ میں پھرتي ھے ' من دس طرف بھٹکا هوا ھے ' اس کو یاد الهي نهیں کهتے -]

हम तो योगी मनहि के, तन के हैं ते और, (۳)
मन का योग लगावते, दसा भई कुछ और।

هم تو جوگي من هي کے تن کے هیں تے اور
من کا جوگ لگاوتے دسا بھئي کچھ اور

[هم تو من کے جوگي هیں ' تن کے جوگي اور هوتے هیں - من کا جوگ کرتے هماري تو اور هي حالت هو گئي -]

पढ़ पढ़ के पत्थर भये, लिख लिख भये जो ईंट, (۴)
कबिरा अंतर प्रेम की, लागी नीक न छींट।

پڑھ پڑھ کے پتھر بھئے لکھ لکھ بھئے جو اینٹ
کبرا انتر پریم کي لاگي نیک نہ چھینٹ

[پڑھ پڑھ کے پتھر هوے اور لکھ لکھ کے اینٹ هوے ' پریم کي ذرا سي چھینٹ بھي نهیں پڑي -]

नाम भजो मन बस करो, यही बात है तंत, (۵)
काहे को पढ़ पच मरो, कोटिन ज्ञान ग्रंथ।

نام بھجو من بس کرو یہي بات ھے تلت
کاھے کو پڑھ پڑھ مرو کوتن گیان گرنتھ

[نام بھجو اور من کو بس میں کرو ' یہي بات اصلي ھے - کروروں گیان کي کتابیں پڑھ کر کیوں مرے جاتے ھو ؟]

(۶) पंडित और मशालची, दोनों सूझे नांहि,
औरन को कर चांदना, आप अंधेरे मांहि।

پنڈت اور مشالچي دونوں سوجھے نانھ
آورن کو کر چاندنا آپ اندھیرے مانھ

[پنڈت اور مشعلچي دونوں کو نہیں سوجھتا ' اوروں کو روشنی دکھاتے ھیں ' آپ اندھیرے میں رھتے ھیں -]

(۷) साईं से सांचा रहो, सांईं सांच सहाय,
भावें लंबे केस रख, भावें घोट मुंडाय।

سائیں سے سانچا رھو سائیں سانچ سھاے
بھاویں لمبے کیس رکھ بھاویں گھوٹ منڈاے

[مالک سے سچے رھو - سچ مالک کو پسند ھے ' چاھے لمبے بال رکھو چاھے سر منڈاؤ -]

(۸) आचारी सब जग मिला, बिचारी न कोय,
कोटि अचारी बेरिए एक बिचारी जो होय।

آچاري سب جگ ملا بچاري نہ کوے
کوٹ اچاري بیرئے ایک بچاري جو ھوے

آچار = مذھب کي ظاھري نمائش - بچاري = سمجھنےوالا اور جاننےوالا -

[ظاهر دار تو ساری دنیا هے ' بچاري کوئي نهیں هے - اگر ایک بچاري ملے تو اس پر ایک کرور ظاهردار قربان کر دیجئے -]

फूटी आंख विवेक की , लखे न संत असंत , (९)
जाके संग दस बीस हैं , ता का नाम महंत ।

پھوٹی آنکھ وِویک کي لکھے نہ سنت اسنت
جاکے سنگ دس بیس هیں تا کا نام مہنت

[سمجھ کي آنکھ پھوٹ گئي ' سنت اور اسنت نهیں دکھائی دیتے - جس کے ساتھ دس بیس هیں اس کا نام مہنت هے -]

کبیر صاحب هندو اور مسلمان دونوں کو پھٹکارتے هیں اور روزہ ' نماز ' حج ' شرادھ ' ایکادشي ' تیرتھ یاترا ' کرم کانڈ ' کی اُنھوں نے جي کھول کر مذمت کی هے -

मथुरा भावें , द्वारका भावें जायें जगन्नाथ , (१०)
साधु संगत हरि भजन बिन , कछु न आवे हाथ ।

متھرا بھاویں دوارکا بھاویں جائیں جگن ناتھ
سادھ سنگت هر بھجن بن کچھو نہ آوے هاتھ

[چاهے متھرا جاویں ' چاهے دوارکا جاویں ' چاهے جگن ناتھ جاویں ' سادھو کي سنگت اور ایشور کے بھجن کے بغیر کچھ هاتھ نهیں آتا -]

पूजा सेवा नेम व्रत , गुड़िया का सा खेल , (११)

پوجا سیوا نیم برت گُرین کا سا کھیل

[پوجا، سیوا، نیم، برت، یہ سب گُریوں کا کھیل ھے -]

नहाय धोय क्या भया, जो मन मैल न जाय, (۱۲)
मीन सदा जल में रहे, धोये बास न जाय।

نہائے دھوئے کیا بھیا جو من میل نہ جاے
مِین سدا جل میں رہے دھوئے باس نہ جاے

[نہانے دھونے سے کیا ھوتا ھے اگر من کا میل نہ دور ھو؟ مچھلي ھمیشہ پاني میں رھتي ھے مگر پاني سے دھونے سے بھی اس کي بو نہیں جاتی -]

ना मैं बकरी, ना मैं भेड़ी, ना मैं छुरी गंड़ास में, (۱۳)
नहीं खाल में, नहीं पूंछ में, ना हड्डी ना मांस में,
ना मैं देवळ, ना मैं मसजिद, ना काबे कैळास में,
ना तो कौनो किरिया करम में, नहीं योग बैराग में,
खोजी होय तो तुरतै मिलि हौं पल भर की ताळास में।

نا میں بکري نا میں بھیڑی نا میں چھري گنڈاس میں
نہیں کھال میں نہیں پونچھ میں نا ھڈي نا ماس میں
نا میں دیول نا میں مسجد نا کعبے کیلاس میں
نا تو کونو کریا کرم میں نہیں جوگ بیراگ میں
کھوجي ھوے تو ترتے ملي ھوں پل بھر کی تالاس میں

[نہ میں بکري میں ھوں، نہ بھیڑی میں، نہ چھري میں، نہ گنڈاسے میں، نہ میں کھال میں ھوں، نہ دم

میں ' نہ ہڈی میں ' نہ گوشت میں - نہ میں مندر میں ہوں ' نہ مسجد میں ' نہ کعبے میں ' نہ کیلاس میں - نہ کسي کریا کرم میں ہوں ' نہ جوگ بیراگ میں ہوں - اگر میرا ڈھونڈنے والا ہو تو پل بھر کي تلاش میں مل جاتا ہوں -]

(۱۴) सबहि मदमाते कोई न जाग ,
संगहि चोर घर मूसन लाग ,
योगी मदमाते योग ध्यान ,
पंडित मद माते पढ़ि पुरान ,
तपसी मदमाते तप के भाव ,
संन्यासी मदमाते कर हमएव ,
मौळाना मदमाते पढ़ि मुसाफ ,
काजी मदमाते किये इनसाफ ।

سب هي مدماتے کوئي نہ جاگ
سنگ هي چور گهر موسن لاگ
یوگي مدماتے یوگ دهیان
پنڈت مدماتے پڑھ پوران
تپسي مدماتے تپ کے بهاو
سنیاسی مدماتے کر همیو
مولانا مدماتے پڑھ مصاف
کاجي مدماتے کئے انصاف

[سب مست هیں ' کوئي هوشیار نہیں ' گهر کو چور موس رهے هیں - یوگي اپنے دهیان میں مست هیں ' پنڈت

پران پڑھ کے مست ھیں - تپسي تپ کے بھاؤ میں ' اور سنیاسي اپني خودي میں مست ھیں ' مولانا قرآن پڑھ کر اور قاضي انصاف کرکے مست ھیں -]

(۱۵) बेद पुराण कुरान कतेबा नाना भांत बखानी ,
हिँदु तुरुक जैन अरु जोगी ऐकल काहू न जानी ।

بید پُران قرآن کتیبا نانا بھانت بکھاني
ھندو ترک جین ارو جوگي ایکل کا ھو نہ جاني

[وید ' پران ' قرآن ' یہ سب کتابیں مختلف طرح پڑھي جاتی ھیں - ھندو ' مسلمان ' جین اور جوگي ' کسي نے ایک ایشور کو نہ جانا -]

(۱۶) सैयद सेख किताब निरखै , पंडित शास्त्र बिचारै ,
सतगुरु के उपदेश बिना , तुम जानके जीवहिँ मारै ।

سید شیخ کتاب نرکھے پنڈت شاستر بچارے
ست گرو کے اُپدیش بنا تم جان کے جیو ھیں مارے

[سید شیخ کتاب پڑھتے ھیں ' پنڈت شاستر بچارتے ھیں ' ست گرو کي اُپدیش کے بغیر تم جان بوجھ کے جان مارتے ھو -]

(۴) تناسخ (آواگون)

آواگون هندوستاني مذاهب کا مرکزی اصول ھے ' اور کبیر صاحب اس کو پوري طرح قبول کرتے ھیں - بار بار پیدا ھونا اور مرنا ھر نفس روح کے واسطے لازمي ھے جب تک کہ اُس کو اِس آمد و رفت سے نجات نہ ملے اور وہ اِیشور کے پریم میں مگن ھوکر اِیشور کی دیا سے اس سیاست سے آزاد نہ ھو جاے -

पंडित सो धन कहो समुझाई , (۱)
जाते आवा गंवन नसाई ।

پنڈت سو دھن کہو سمجھائي
جاتے آواگون نسائي

[اے پنڈت ' اچھي طرح غور کرکے ھم کو سمجھا کے وہ بات بتاؤ ' جس سے آواگون مٹ جاے -]

कह कबीर चित चेत कै आवा गंवन निबार । (۲)

کہ کبیر چت چیت کے آواگون نوار

[اے کبیر ' دل کو ھوشیار کرکے آواگون سے آزاد ھونے کا حال کہو -]

ज्यों जळ छाड़ि बाहर भयो मीना , (۳)
पूरब जनमहुं तप का हीना ।

جیوں جل چھاڑ باھر بھیو مینا
پورب جنم ھوں تپ کا ھینا

[مچھلي کي طرح پاني کو چھوڑ کر باھر نکل آیا ھوں - پچھلے جنم میں میرے تپ میں کچھ کمي تھي -]
بنارس چھوڑنے کي طرف اشارہ ھے -

(۴) जनम अनेक गया और आया।

جنم انیک گیا اور آیا

[کئي ایک جنم آئے اور گئے -]

(۵) देखो कर्म कबीर का, कछु पूरब जनम का लेखा।

دیکھو کرم کبیر کا کچھو پورب جنم کا لیکھا

[دیکھو کبیر کا کرم پچھلے جنم کا لیکھا ھے -]

(۵) ھندو مسلمانوں کا میل

میں چوتھے باب میں کہ چکا ھوں کہ نہ صرف کبیر صاحب بلکہ ازمنہ وسطیٰ کے سب ممتاز مصلحان مذھب ھنود نے اِسلام کے اثر کو قبول کیا تھا - کبیر صاحب کا تو صاف منشا یہ معلوم ھوتا ھے کہ جس طرح ھندو اور مسلمان خدا کی نگاہ میں ایک ھیں اُسی طرح دنیا کے بیوھار میں بھی ایک ھو جائیں - ان کے عقیدہ کے موافق ھندو مسلمانوں کا خدا ایک ھے ' اور دونوں اپنے اپنے طریقہ پر اسے پوجتے ھیں - اھل دل ظاھری رسم و رواج کی پروا نہیں کرتے - اگر دل صاف ھے اور معبود حقیقی کا عشق دل میں ھے تو ھندو مسلمان دونوں کو یکساں نجات مل سکتی ھے -

(۱) कहै कबीर एक राम जपोरे , हिंदु तुरुक न कोई ।

کہے کبیر اک رام جپو رے ھندو ترک نہ کوئی

[کبیر کہتا ھے ایک رام کو جپو ' نہ کوئی ھندو ھے نہ مسلمان -]

(۲) पेटहिं काहू न वेद पढ़ाया ,
सुन्नत कराये तुरुक नहि आया ।

پیٹ ھیں کاھو نہ وید پڑھایا
سنت کرائے ترک نہیں آیا

[پیٹ میں کسي کو وید نہیں پڑھایا گیا - مسلمان سنت کرایا ہوا پیٹ سے نہیں پیدا ہوتا - مطلب یہ کہ مذہبوں کے جھگڑے دنیاوي ہیں -]

(۳) दुई जगदीश कहां ते आये , कहो कौन भरमाया ,
अल्लह राम करीम केशव , हरि हजरत नाम धराया ।
गहना एक कनक ते गहना , ता में भाव न दूजा ,
कहन सुनन को दुई कर थाते , एक नवाज एक पूजा ।
वही महादेव , वही मुहम्मद , ब्रह्मा आदम कहिए ,
कोई हिंदू कोई तुरुक कहावै , एक जमी पर रहिए ।
वेद किताब पढ़े , वे कुतबा , वे मौळाना , वे पांडे ,
बगत बगत के नाम धरायो , एक माटी के भांडे ।
कह कबीर ते दोनों भूलें , रामहि किनहु न पाया ,
वे खसिया वे गाय कटावैं , वादै जनम गंवाया ।

دوئي جگدیش کہاں تے آئے کہو کون بھرمایا
اللہ رام کریم کیشو ہری حضرت نام دھرایا
گہنا ایک کنک تے گہنا .تا میں بھاو نہ دوجا
کہن سنن کو دوئی کر تھاتے ایک نواج ایک پوجا
وھي مہادیو وھي محمد برھما آدم کہئے
کوئي ھندو کوئي ترک کہاوے ایک جمي پر رھئے
وید کتاب پڑھے وے کُتبا وے مولانا وے پانڈے
بگت بگت کے نام دھرایو اک ماٹي کے بھانڈے
کہ کبیر تے دونوں بھولیں رام ھي کنھوں نہ پایا
وے کھسیا وے گائے کٹاویں وادے جنم گنوایا

[دنیا کے دو مالک کہاں سے آئے ' کہو کس نے دھوکا دیا ؟ اللہ ' رام ' کریم ' کیشو ' ہری ' حضرت ' مختلف نام رکھے - کہنا ایک ہی سونے سے بنتا ہے اس میں شبہہ نہیں - کہنے سننے کے لئے دو باتیں قائم کیں ' ایک نماز ایک پوجا - وہی مہادیو ہے ' وہی محمد ' اسی کو برہما ' اسی کو آدم کہتے ہیں - ایک زمیں پر رہتے ہیں ' کوئی مسلمان ' کوئی ہندو کہلاتا ہے - کوئی وید پڑھتا ' کوئی کتاب (قرآن) اور خطبہ ' کوئی مولانا ہے ' کوئی پانڈے - طرح طرح کے نام رکھوائے ہیں ' مگر ہیں ایک ہی مٹی کے برتن - کبیر کہتا ہے کہ دونوں بھولے ہیں ' رام کو کسی نے نہیں پایا ہے ' ایک بکرا کٹتا تا ہے ایک گائے ' اور جنم بے فائدہ گنواتے ہیں -]

یہاں تک میں نے کبیر صاحب کی تلقین کے خاص خاص اصول بیان کرکے اُن کے متعدد اقوال ہر اُصول کی مثال میں پیش کئے - مگر اِن کے علاوہ کبیر صاحب کے ہزاروں مقولے اور بچن زبان‌زد خلائق ہیں - یہ اقوال دھرم اور اخلاق کے دارالضرب شاہی کے سکے ہیں ' اور روزمرہ کی بات چیت میں - مذہبی اور اخلاقی مباحث میں یہاں تک کہ پولیٹکل گفتگو میں قول فیصل کی حیثیت سے پیش کئے جاتے ہیں ' اور سب ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں - میں ایسے چند اقوال نقل کرکے اس باب کو ختم کرتا ہوں -

(۶) متفرق

(۱) सुखिया सब संसार कहावै और सोवै,
दुखिया दास कबीर जागै और रोवै।

سکھیا سب سنسار کہاوے اور سووے
دکھیا داس کبیر جاگے اور روے

[دنیا کے لوگ اصلیت کو تو سمجھتے نہیں ' فریب کھا رہے ہیں اور اپنی حالت میں خوش ہیں - کبیر جس نے اصلیت کو سمجھا ہے اور جانتا ہے کہ دنیا کی حالت کیسی افسوس‌ناک ہے یہ سمجھ کر رو رہا ہے -]

(۲) सत् नाम कड़वा लगे, मीठा लागे दाम,
दुबधा में दोनों गये, माया मिली न राम।

ست نام کڑوا لگے میٹھا لاگے دام
دُبدھا میں دونوں گئے مایا ملی نہ رام

[ست نام کڑوا لگتا ہے ' دولت میٹھی لگتی ہے - شک و شبہہ میں دونوں گئے ' مایا ملی نہ رام -]

(۳) कबिरा रसरी पांव में, कह सोवै सुख चैन,
सांस नकारा कूच का, बाजत है दिन रैन।

کبرا رسری پاؤں میں کہ سووے سکھ چین
سانس نکارا کوچ کا باجت ہے دن رین

[رسي پاؤں میں پڑي ھے ' کبیر چین سے کس طرح سووے ؟ سانس جو آتي جاتي ھے وہ گویا کوچ کا نقارہ ھے کہ دن رت بجا کرتا ھے -]

(۴) माली आवत देखिकै, कलियां करत पुकार,
फूली फूली चुन लिये कालिह हमारी बार।

مالي آوت دیکھ کے کلیاں کرت پکار
پھولي پھولي چن لئے کالھ ھماري بار

[مالي کو آتا دیکھ کر کلیاں غل مچاتي ھیں ' پھولي پھولي تو آج چن لیں کل ھماري باري ھے -]

(۵) चलती चक्की देखिकै दिया कबिरा रोय,
दुइ पट भीतर आइकै साबित बचा न कोय।

چلتي چکّي دیکھ کے دیا کبیرا روے
دوئي پٹ بھیتر آئي کے ثابت گیا نہ کوے

[چلي چکي دیکھ کے کبیر رو دیا ' دو پاٹوں (یعني آسمان و زمین) کے بیچ میں آکے کوئي ثابت نہیں بچا -]

(۶) जो तोको कांटा बोवे, ताहि बोय तू फूल,
तोंहि फूल के फूल हैं, वाको हैं तिरसूल।

جو توکو کانٹا بووے تاھي بوے تو پھول
توں ھي پھول کے پھول ھیں واکو ھیں ترسول

[جو تیرے لئے کانٹے بوئے اس کے لئے تو پھول بو ' تجھے تو پھول کے پھول رھینگے اور اُس کے کانٹے اسے ترسول ھو جاوینگے ' یعنی باعث اذیت ھونگے -]

(۷) मांगे मरन समान है , मत कोई मांगो भीख ,
मांगन से मरना भला , यह सत् गुरु की सीख ।

مانگے مرن سمان ھے مت کوئي مانگو بھیکھ
مانگن سے مرنا بھلا یہ ست گورو کي سیکھ

[مانگنا مرنے کے برابر ھے ' کوئي بھیک مت مانگو - مانگنے سے مرنا بھلا ' یہ ست گورو کي نصیحت ھے -]

(۸) कबिरा माता नाम का , मद मतवाला नांहि ,
नाम प्याला जो पिये , सो मतवाला नांहि ।

کبرا ماتا نام کا مد متوالا نانھ
نام پیالا جو پئے سو متوالا نانھ

[کبیر نام سے مست ھے ' شراب کا متوالا نہیں ' جو نام کا پیالہ پیتا ھے اُسے متوالا نہیں کہتے -]

(۹) बुरा जो देखन मैं चला , बुरा न मिळिया कोय ,
जो दिल खोजूं आपना , मुझसे बुरा न कोय ।

برا جو دیکھن میں چلا برا نہ ملیا کوے
جو دل کھوجوں آپنا مجھ سے برا نہ کوے

[میں بُرا ڈھونڈنے چلا ' کوئي برا نہ ملا اپنا دل جو دیکھا تو مجھ سے برا کوئي نہیں -]

सांच बराबर तप नहीं, झूठ बराबर पाप, (۱۰)
जाके हिरदै सांच है, ता हिरदै गुरु आप।

سانچ برابر تپ نہیں جھوٹ برابر پاپ
جاکے ہردے سانچ ہے تا ہردے گرو آپ

[سچ کے برابر تپ نہیں، جھوٹ کے برابر پاپ نہیں، جس کے دل میں سچ ہے، اس کے دل میں گُرو خود موجود ہے -]

लंबा मारग दूर घर, बिकट पंथ बहु भार,
कह कबीर कस पाइये, दुर्लभ गुरु दीदार।

(۱۱) لمبا مارگ دور گھر بکٹ پنتھ بَہُو بھار
کہ کبیر کس پائے دُرلبھ گورو دیدار

[لمبی سڑک ہے گھر دور ہے، راستہ کٹھن ہے، اور بوجھ بہت ہے - کبیر، کہو کس طرح پاؤگے ؟ گرو کا دیدار بہت مشکل ہے -]

मन के हारे हार है, मन के जीते जीत, (۱۲)
कहै कबीर पिउ पाइये, मनहीं के परतीत।

من کے ہارے ہار ہے من کے جیتے جیت
کہے کبیر پیو پائے من ہی کے پرتیت

[من کے ہارے ہار ہے، اور من کے جیتنے سے جیت ہے - کبیر کہتا ہے کہ محبوب کو من ہی کے اعتبار سے پا سکتے ہو -]

बाढ़ी आवत देखिकै, तरवर डोळन लाग, (۱۳)
हम कटे की कुछ नहीं, पंखेरू घर भाग।

باڑھي آوت ديکھ کے تري‌ور ڈولن لاگ
ھم کٹے کي کچھ نہيں پنکھيرو گھر بھاگ

[بڑھئي کو آتا ديکھ کر پيڑ ھلنے لگے، ھم کٹے تو کچھ پروا نہيں، چڑيا تو بھاگ جا -] بڑھئی سے مراد موت، پيڑ انسان کا بدن اور پنکھيرو سے مطلب روح سے ھے -

मर जाऊं मांगूं नहीं, अपने तन के काज, (۱۴)
परमारथ के कारने, मोंहि न आवे लाज।

مر جاؤں مانگوں نہيں اپنے تن کے کاج
پرمارتھ کے کارنے موں ھي نہ آوے لاج

[مر جاؤں تو اپنے واسطے نہ مانگوں، مگر دوسروں کے فائدہ کے لئے مانگنے ميں شرم نہيں آتي -]

माटी कहे कुम्हार से, तू क्या रूंधे मोंहि, (۱۵)
इक दिन ऐसा होयगा, मैं रूंधोंगी तोहि।

ماٹي کہے کمھار سے تو کيا روندے مونھ
اک دن ايسا ھوےگا ميں روندوگی توہ

[مٹي کمھار سے کہتي ھے تو مجھے کيا روندتا ھے، ايک دن آويگا کہ ميں تجھے روندوں‌گي -]

जो दरपन देखा चहिए, तो दरपन मंजत रहिए, (۱۶)
जब दरपन लागे काई, तब दरसन किया न जाई।

جو درپن ديکھا چَہئے تو درپن منجت رہئے
جب درپن لاگے کائي تب درسن کيا نہ جائي

[اگر آئينہ ديکھنا چاہتے ہو تو اس کو مانجتے رہو، يعني آئينہ کو صاف رکھو - اگر آئينہ ميں ميل آ گيا تو روشن نہ ہوگا -] دل کي صفائي کي طرف اشارہ ہے -

अकथ कहानी प्रेम की, कछु कही न जाय, (۱۷)
गूंगे केरी सरकरा, बैठा मुसकाय।

اکتھ کہاني پريم کي کچھو کہي نہ جائے
گونگے کيري سرکرا بيٹھا مُسکاے

[پريم کي کہاني بيان نہيں کي جا سکتي، گونگے نے شکر کھائي، بيٹھا مُسکرا رہا ہے -] جو لطف اس کو آ رہا ہے اس کو بيان نہيں کر سکتا -

(۷) کبیر صاحب کي شاعري

کبیر بھگت تھے ' شاعر نہیں تھے - وہ شاعري شاعري کے واسطے نہیں کرتے تھے - اُن کو دنیا کي تلقین کے لئے اپنے خیالات کا اظہار مقصود تھا - وہ قدرتي شاعر تھے - اور اِس واسطے اُنھوں نے شاعري کو اپنا آلۂ کار بنایا - مگر وہ شاعري کے فن سے قطعي بے خبر تھے ' اور پنگل (عروض) نہیں جانتے تھے ' نہ اس کي پروا کرتے تھے - جو لفظ جس طرح چاھتے ھیں اور جہاں چاھتے ھیں استعمال کر جاتے ھیں - اُن کي توجہ نفس مضمون کی طرف ھے ' نہ کہ الفاظ کي طرف - اُنھوں نے شاعري کو بہ حیثیت فن کے حاصل نہیں کیا تھا - "کبیر گرنتھاولي" میں بابو شیام سندر داس صاحب صفحہ ۶ میں لکھتے ھیں :

ھندي ساھت کے اتہاس میں بیر گاتھا کال کي سماپتي پر مدھیہ کال کا آرنبھ کبیر داس جي سے ھوتا ھے - آتےایو اس کال کے وے آدي کوي ھیں - اُس سمے بھاشا کا روپ پري‌مارجت اور سنسکرت نہیں ھوا تھا - تس پر کبیر داس جي سویم پڑھے لکھے نہیں تھے - اُنھوں نے جو کچھ کہا ھے وہ اپني پرتي‌بھا تتھا بھاؤکتا کے وشي بھوت ھوکر کہا ھے - اِن میں کوتو اُتنا نہیں تھا

جتني بھکتي اور بھاوکتا تھي - اُن کي آت پت
باني ھردے میں چبھنےوالي ھے -

[ھندي ادب کي تاریخ میں زمانۂ قدیم کے اختتام پر زمانہ وسطیٰ کبیر داس جي سے شروع ھوتا ھے - اِس زمانہ کے وہ پہلے شاعر ھیں - اس وقت بھاشا زبان منضبط نہیں ھوئي تھي ' اور کبیر داس جی پڑھے لکھے نہ تھے - اُنھوں نے جو کچھ کہا ھے وہ اپني فطرت اور ذھن کے زور سے کہا ھے - ان میں شاعری اتني نہیں ھے جتني کہ بھکتي - اُن کي شاعري دل میں اثر کرنے والي ھے -]

کبیر صاحب کي شاعری اُن کي طبیعت کي طرح کھری ھے - اُنھوں نے اپني شاعري پر صنعتوں کا ملمع نہیں چڑھایا ' کیونکہ اُن کي سیدھي اور صاف فطرت تکلف اور تصنع سے بہت دور تھي - وہ کبھي بلند پروازي کي کوشش نہیں کرتے ' نہ اُن کو یہ فکر ھے کہ شاعري کے آسمان سے تارے توڑ کر لائیں - اُن کو اگر تلاش ھے تو حق کي اور جستجو ھے تو پریم کي - اپنے پند و نصائح ذھن‌نشین کرانے کے لئے وہ مثالیں اور تشبیہیں استعمال کرتے ھیں ' مگر پیش یا افتادہ - اُن میں وھی باتیں ھیں جو اُن کے اور اُن کے ھمعصروں کے سامنے روزمرہ گزرتی تھیں - کُمھار کی متّي ' بنئے کا تولنا ' کپوت کا کھیلنا ' بید کا نبض دیکھنا ' چندن کي خوشبو ' چوگان کا کھیل ' یہ چیزیں وہ بےتکلف نظم کرتے ھیں اور خوب نظم کرتے ھیں -

(۱) साईं मेरा बानिया, सहज करे व्योपार,
बिन डांड़ी बिन पालड़े, तौले सब संसार।

سائیں میرا بانیا سہج کرے بیوپار
بن ڈانڈی بن پالڑے تولے سب سنسار

[میرا مالک بنیا ھے ' اور اپنا بیوپار سہل طریقہ سے کرتا ھے ' بغیر ڈنڈی اور پلڑے کے ساری دنیا کو تول ڈالتا ھے -]

(۲) तेरा सांईं तुझमें, ज्यों तिल मांहि तेल।
تیرا سائیں تجھ میں جیوں تل ماھیں تیل

[تیرا مالک تجھ میں اس طرح ھے جس طرح تل کے اندر تیل -]

(۳) जब पार उतरना चहिए, तब केवट से मिल रहिए।
جب پار اُترنا چہئے تب کیوٹ سے مل رہئے

[جب پار اُترنا چاھو تو کیوٹ (ملاح) سے مل رھو -]

(۴) कबिरा बैद बुलाइया, पकरके देखी बांह,
बैद न बेदन जानिए, करक करेजे मांहि।

کبرا بید بلایا پکرکے دیکھی بانہہ
بید نہ بیدن جانئے کرک کریجے مانہہ

[کبر نے بید کو بلایا ' بید نے بانہہ پکڑ کے دیکھی - بید تکلیف کو نہیں جانتا ' درد تو کلیجے میں ھے -]

دیکھئے فارسي شاعر اسي خیال کو اپنے طریقہ سے باندھتا ھے -

آگاہ نئي تپ دروں را
نشتر چہ زني رگ بروں را

हीरा तहां न खोलिए, जहं खोटी है हाट, (۵)
कसकर बांधो गाठरी, उठकर चालो हाट।

ھیرا تہاں نہ کھولئے جہاں کھوٹي ھے ھاٹ
کس‌کر باندھو گاٹھري اُٹھ کر چالو ھاٹ

[جہاں بازار کھوٹا ھے وھاں ھیرا نہ کھولو - گٹھری کس‌کر باندھو اور بازار سے چل دو -]

चंदन गया बिदेसड़े, सब कोई कहे पलास, (۶)
ज्यों ज्यों चूल्हे झोंकिया, त्यों त्यों अधकी बास,

چندن گیا بدیسڑے سب کوئی کہے پلاس
جیوں جیوں چولہے جھونکیا تیوں تیوں ادھکي باس

[چندن پردیس گیا ' لوگ اسے دھاک سمجھے - جوں جوں جلایا گیا اُس کی خوشبو تیز ھوئي -]

च्यूंटी चावल ले चली, बिच में मिल गई दार, (۷)
कह कबीर दोऊ ना मिले, इक ले दूजी डार।

چیونٹی چاول لے چلي بیچ میں مل گئي دار
کہ کبیر دوؤ نا ملے اک لے دوجي ڈار

[چیونٹی چاول لے کے چلی ' راستہ میں دال مل گئی - کبیر کہتا ہے دونوں نہیں مل سکتے - ایک لو ' دوسرے کو چھوڑو -]

وہ بھگت تھے ' صوفی منش تھے ' اُن کو سِرِّ حق کی تلاش تھی مگر یہ جانتے تھے کہ کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ جب حقیقت معلوم ہو جاتی ہے تو زبان بند ہو جاتی ہے - آن را کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

اس نکتہ کو سمجھانے کے لئے وہ ایک خاص تشبیہ اکثر استعمال کرتے ہیں -

कह कबीर गूंगे गुड़ खाया , पूछे तो क्या कहिए।

کہ کبیر گونگے گڑ کھایا پوچھے تو کیا کہئے

شیخ ابراہیم ذوق نے اس کو دوسری طرح کہا ہے —

بیان درد محبت جو ہو تو کیونکر ہو
زبان دل کے لئے ہے ' نہ دل زبان کے لئے

کبیر صاحب کی زبان عوام کی زبان تھی - وہ جو کچھ کہتے تھے عوام کی زبان میں کہتے تھے - الفاظ کی صحت کی ان کو فکر نہیں - جو لفظ جس طرح عوام کی بولی میں رائج تھا اس کو اسی طرح نظم کر دیتے تھے ' اور کبھی کبھی نظم کی ضرورت سے لفظوں کو توڑ مروڑ ڈالتے تھے - مثلاً ' کبیر کو کبّیر ' کبرا ' کبیرا ' کاشی کو کاسی ' خزانہ کو کھجانا ' زمانہ کو جمانا ' زمیں کو جمی ' خطبہ کو کتبہ '

بدلي کو بدریا ، محل کو محلیا ، درویش کو درویسا ، مقام کو مکاما ، غفلت کو گپھلائي ، کتاب کو کتیب ، اُبچے کو اوپچے ، کیا کو کيآ ، وغیرہ -

بھاشا کے ماھروں کي راے ھے کہ کبیر صاحب کي زبان پچمیل متھائي ھے - اس میں برج بھاشا ، کھڑي بولي ، پنجابي ، راجستھاني ، سبھي کے الفاظ ملتے ھیں - انھوں نے خود کئي جگہ کہا ھے کہ میري بولی پوربي ھے - گو یہ کہنا مشکل ھے کہ پوربي سے ان کي کیا مُراد تھي مگر یہ بات تو ان کے کلام سے ظاھر ھوتي ھے کہ بھاري محاوروں اور بھاري لہجہ کا ان پر کافي اثر تھا - اس پچمیل متھائي کے غالباً دو سبب ھیں - اول یہ کہ کبیر صاحب پڑھے لکھے نہ تھے ، اس واسطے اُن کي زبان اور ویاکرن (صرف و نحو) میں استقلال نہ تھا - اپني طویل سیر و سیاحت میں وہ ملکوں ملکوں پھرے تھے اور ھر جگہ کے سنتوں اور درویشوں سے ان کي صحبت رھي تھي ، اس واسطے مختلف صوبوں اور ملکوں کی زبان اور لہجہ کا اثر اُنھوں نے قبول کر لیا تھا - دوسري بات یہ کہ وہ زبان کي صحت اور ویاکرن اور پنگل کے قواعد کی پروا نہیں کرتے تھے - جس موقع پر جس لفظ سے ان کا مطلب عمدہ طور سے ادا ھوتا تھا ، جہاں پر جو لفظ جس شکل میں اُن کي شاعری میں کھپ جاتا تھا وھاں وہ اس کو بے تکلف استعمال کر جاتے تھے - اُن کو اپنے خیالات کے اظہار سے مطلب تھا ، نہ عروض کے قاعدوں سے ، نہ گرامر کے ضبط سے -

شعر مي گویم بہ از آب حیات
من نہ دانم فاعلاتن فاعلات

فارسی عربي کے الفاظ تو چند کوي کے یہاں بھي ملتے ھیں - کبیر کے زمانہ میں مسلمانوں کو ھندوستان میں آئے ھوئے کئي صدیاں گذر چکي تھیں، اور روزمرہ کے کاروبار میں سیکڑوں الفاظ فارسي عربي کے رائج تھے - کبیر صاحب ان الفاظ کو بے دھڑک استعمال کرتے ھیں -

(۱) औगुन किये तो बहु किये, करत न मानी हार,
भावै बंदा बकसिये, भावै गरदन मार।

اَوگُن کئے تو بہو کئے کرت نہ مانی ھار
بھاوے بندہ بکسئے* بھاوے گردن مار

[گناہ تو بہت کئے اور کرتے ھوئے ھار نہ مانی،
چاھے بندہ کو بخشئے چاھے گردن ماریے -]

(۲) चलन चलन सब कोई कहें, मोहे अंदेसा और,
साहब से परिचय नहीं, पहुंचेंगे कोहि ठौर।

چلن چلن سب کوئي کہیں موھے اندیسا† اور
صاحب سے پریچے نہیں پہونچینگے کوھي ٹھور

[چلنے کو سب لوگ کہتے ھیں، مجھے اور ھي اندیشہ ھے - صاحب سے جان پہچان تو ھے نہیں، کیسے پہونچینگے -]

---

* بکسئے = بخشئے
† اندیسا = اندیشہ

पद जोड़े साखी कहे, साधन परि गई रवस, (३)
काढ़ा जळ पीवे नहीं, काढ़ पियन की हवस।

پد جوڑے ساکھي کہے سادھن پري گئي رَوَس
کاڑھا جل پيوے نہيں کاڑھ پين کي ہَوَس *

[پد جوڑتا ھے، ساکھي کہتا ھے، اس کي عادت پڑ گئي ھے - بھرا ھوا پاني نہيں پيتا، بھر کر پينے کي ھوس ھے -]

आब गई आदर गया, नैनन गया सनेह, (४)
ये तीनों तब ही गये, जबही कहा कुछ देह।

آب † گئي آدر گيا نينن گيا سنيہ
يہ تينوں تب ھي گئے جب ھي کہا کچھ ديہ

[آبرو گئي، عزت گئي، آنکھوں سے مروت گئي - جب کسي سے کچھ مانگا تو يہ تينوں چيزيں جاتي رھيں -]

अकिल अरस से उतरी, बिधना दीन्हीं बांट। (५)

اَکل ‡ اَرَس § سے اوتري بدھنا ديںھي بانٹ

[عقل عرش سے اُتري - خدا نے بانٹ دي -]

बंदे को इतनी घनी, पड़ा रहे दरबार। (६)

---

* ہَوَس = ھوس
† آب = آبرو
‡ اَکل = عقل
§ ارس = عرش

بندے کو اتنی گھنی پڑا رہے دربار

[بندہ کو اتنا بہت ہے کہ دربار میں پڑا رہے -]

(۷) जुआ, चोरी, मुखबिरी , ब्याज, घूस, परनार ,
जो चाहे दीदार को , एतु बस्तु बिनार।

جوا چوري مُخبري بياج گھوس پر نار
جو چاہے ديدار کو ايتو بستو بنار

[جوا، چوري، مُخبري، سود، رشوت، دوسرے کي عورت، اگر ديدار چاہتا ہے تو اِن چيزوں کو چھوڑ دے -]

(۸) औगुन मेरे बापजी , बकस गरीब नवाज ,
जौ मैं पूत कपूत हूं , तऊ पिता की लाज।

آوگن ميرے باپ جي بکس* گريب نواج†
جو ميں پوت کپوت ہوں تو وُ پتا کي لاج

[اے باپ جي، تم غريب نواز ہو، ميرے گناہوں کو بخش دو - اگر ميں ناخلف لڑکا ہوں تب بھي باپ ہي کو اِس کي شرم ہے -]

کبير صاحب کبھي کبھي اُلٹي پلٹي باتيں بھي کہ جاتے تھے - چوہا بلي کو کھا گيا، سمندر لہر ميں سما گيا، وغيرہ - ان کي شاعري ميں اس رنگ کو اُلٹوانسي کہتے ہيں - اس کے معني لوگ اپني اپني سمجھ کے مطابق لگاتے ہيں - اُلٹوانسي کي ايک مثال يہ ہے —

---

* بکس = بخش

† گريب‌نواج = غريب‌نواز

देखो लोगो हरि की सगाई,
माय धरे पति धिये संग जाई।
सास ननद मिलि अदल चलाई,
मादर या गृह बेटी जाई।
हम बहनोई राम मोर सारा,
हम हैं बाप, हरि पुत्र हमारा।
कहे कबीर हरि के बूता,
राम रमै ते कुकरी के पूता।

دیکھو لوگو هري کي سگائي
مائے دھرے پت دھئے سنگ جائي
ساس نَنَد مل ادل چلائي
مادر یا گرہ بیٹي جائی
هم بہنوئي رام مور سارا
هم هیں باپ هري پتر همارا
کہی کبیر هري کے بوتا
رام رمے تے کُکري کے پوتا

ان سب باتوں کو مان کر اور ان نقائص کو قبول کرنے کے بعد بھي یہ کہنا پڑتا ھے کہ چاھے معترض کا یہ اعتراض ٹھیک ھو کہ کبیر صاحب کي شاعري میں شیریني اور رس نہیں ھے، مگر ان کا کلام اس بات کا شاھد ھے کہ وہ فطري اور قدرتي شاعر تھے - ان کا کلام دل سے نکلتا ھے اور دل میں بیٹھ جاتا ھے - اور شاعري کا اصلي مآل یہي ھے - میں اپنے اس بیان کے ثبوت میں چند نمونے پیش کرتا ھوں -

(१) मुखड़ा क्या देखे दिरपन में, तेरे दया धरम नहिँ तन में,
आमकी डार कोइलिया बोले, सूदना बोले बन में,
घरबारी तो घर में राजी, फक्कड़ राजी बन में,
ऐंठी धोती पाग लपेटी, तेल चुआ जुळफन में,
गळी गली की सखी रिझायें, दाग लगाया तन में,
पत्थर की एक नाव बनाई. उतरा चाहे छन में,
कहे कबीर सुनो भई साधो, वह क्या चढ़ँ रन में।

مکھڑا کیا دیکھے درپن میں تیرے دیا دھرم نہیں تن میں
آم کي ڈار کوئلیا بولے سودنا بولے بن میں
گھر باري تو گھر میں راجی پھکّڑ راجي بن میں
اینٹھي دھوتي پاگ لپیٹي تیل چوا جُلپھن میں
گلی گلي کي سکھي رجھائیں داگ لگایا تن میں
پتھر کي ایک ناؤ بنائي اُترا چاھے چھن میں
کہے کبیر سنو بھئي سادھو وہ کیا چڑھیں رن میں

[اپنا منھ آئینہ میں کیا دیکھتا ھے ؟ تیرے تن میں دیا دھرم نہیں ھے - آم کی ڈال پر کوئل بولتی ھے ' طوطا جنگل میں بولتا ھے ' گھر والے کھر میں راضی ھیں' پھکڑ جنگل میں راضی ھیں - اینٹھی دھوتي باندھے ھے ' پگڑي لپیٹے ھے ' اور زلفوں میں تیل ڈالے ھے ' گلی گلی عورتوں کو رجھا کر اپنے تن میں داغ لگاتا ھے - پتھر کي ناؤ بناکر ایک لمحہ میں پار اُترنا چاھتا ھے - کبیر کہتا ھے کہ ایسے لوگ کیا رن پر چڑھینگے !]

समझ देख मन मीत पियरवा , आसिक होके सोना क्या रे ? (۲)
रूखा सूखा गम का टुकड़ा , मीठा और सलोना क्या रे ?
पाया हो तो दे ले प्यारे , पाय पाय कै खोना क्या रे ?
जिन आंखिन में नींद घनेरी , तकिया और बिछौना क्या रे ?
कहे कबीर सुनो भई साधो , सीस दिया तब रोना क्या रे ?

سمجھ دیکھ من میت پیروا آسک ہوکے سونا کیا رے
روکھا سوکھا گم کا ٹکڑا میٹھا اور سلونا کیا رے
پایا ہو تو دے لے پیارے پائے پائے کے کھونا کیا رے
جن آنکھن میں نیند گھنیری تکیہ اور بچھونا کیا رے
کہے کبیر سنو بھئی سادھو سیس دیا تب رونا کیا رے

[اے میرے پیارے دوست ' عاشق ہوکر سونا کیا ؟
غم کا روکھا سوکھا ٹکڑا ملتا ہے تو اس میں میٹھا اور
نمکین کیا ؟ جو پایا ہو تو دے لے ' پیارے - پاکر پھر کھونا
کیا ؟ جب آنکھوں میں نیند گہری ہے تو تکیہ اور بچھونا کیا ؟
کبیر کہتے ہیں کہ جب سر دیا تو رونا کیا -]

सुंदर देह देखि जिन भूळो , झपट लेट जस बाज बटेरा , (۳)
यह देहि को गरभ न कीजे , उड़ पंछी जस लेत बसेरा ,
या नगरी में रहन न पैहो , जो रहि जाग न दुख घनेरा ,
कहें कबीर सुनो भई साधो , मानुष जनम न पैहो फेरा ।

سندر دیہ دیکھ جن بھولو جھپٹ لیٹ جس باج بٹیرا
یہ دیہی کو گرب نہ کیجے اُڑ پنچھی جس لیت بسیرا
یا نگری میں رہن نہ پیہو کوئی رہی جاگ نہ دکھ گھنیرا

کہیں کبیر سنو بھئی سادھو مانُکھ جنم نہ پیہو پھیرا

[خوبصورت جسم پر نہ بھولو - جس طرح باز بٹیر کو جھپٹ لیتا ھے اسی طرح موت تم کو جھپٹ لیگی - اس بدن پر غرور مت کرو، جس طرح پنچھی اُڑکر بسیرا لیتا ھے اسی طرح جان تن سے نکل جاویگی - اس شہر میں رھنے نہ پاؤگے، اس میں دُکھ بہت ھے - کبیر کہتے ھیں کہ آدمی کا جنم پھر نہ پاؤگے -]

(۴) गुड़िया गुड़वा सूप सुपलिया,
तजि दै बुध लरिकइयां खेलन की।
देखता पितर भवैयां भवानी,
यह मारग चौरासी चलन की।
ऊंचा महल अजब रंग बंगला,
साईं सेज वहां लागी फूलन की।
तन मन धन सब अरपन करि,
ध्यान सुरत समहारो परो पइयां सजन की।
कह कबीर निर्भय हो हंसा,
कुंजी बतादेउं ताला खोलन की।

گُڑیا گڑوا سوپ سپلیا تج دے بدھ لرکیاں کھیلن کی
دیوتا پتر بھویاں بھوانی یہ مارگ چوراسی چلن کی
اونچا محل عجب رنگ بنگلا سائیں سیج وھاں لاگی پھولن کی
تن من دھن سب آرپن کر وھاں سرت سمھارو پرو پیاں سجن کی
کہ کبیر نربھے ھو ھنسا کنجی بتا دیوں تالا کھولن کی

[گڑیا، گڈا ، سوپ، سپلیا، یہ بچپن کے کھیل ھیں - ان کو چھوڑ دے - دیوتا پتر بھوانی ان کا راستہ چوراسی چلن کا یعنی آواگوں کا راستہ ھے - اونچا محل عجیب رنگ کا بنگلا ھے، وھاں پھولوں کی سیج مالک کے واسطے لگی ھے - تن من دھن سب قربان کرکے اپنے محبوب کے پاؤں پڑوں گا - کبیر کہتے ھیں اے جیو آتما، خوف نہ کر، میں تجھ کو قفل کھولنے کی کنجی بتا دوں گا -]

(۸) کبیر پنتھ

میں نہیں سمجھتا کہ کبیر صاحب کا منشا تھا کہ وہ کوئی نیا مذہب جاری کریں یا کسی نئے فرقے کی بنا ڈالیں، مگر اس وقت ہندوستان میں ایک گروہ ان کے نام سے نامزد ہے اور کبیر پنتھ کہلاتا ہے - مگہر میں کچھ مسلمان اس وقت تک کبیر پنتھ میں شریک ہیں، مگر ان کو چھوڑ کر اور سب کبیر پنتھی ہندو ہیں، اور شمالی ہندوستان اور صوبجات متوسط میں پھیلے ہوئے ہیں - کبیر صاحب ذات پات کے سخت مخالف تھے، اور کبیر پنتھیوں کے گروہ میں بڑی تعداد ان ذاتوں کی ہے جو ہمارے ملک میں "نیچ ذات" کے نام سے پکاری جاتی ہیں - ان میں دنیادار بھی ہیں اور بیراگی فقیر بھی - مردم شماری کی رپورٹ میں ان کی تعداد نو دس لاکھ بیان کی گئی ہے - کبیر پنتھیوں کی دو بڑی گدیاں ہیں - بنارس میں کبیر چورا وہ مقام ہے جہاں کبیر صاحب تعلیم دیا کرتے تھے - یہاں پر ایک مَٹھ بنایا گیا ہے، اس کے مندر میں ایک کھڑاؤں رکھی ہے اور اس کے اندر پانچ مہنتوں کی سمادھیں ہیں - اس کے قریب ایک احاطہ ہے جس میں بیراگی عورتیں رہتی ہیں اور مائی لوگ کہلاتی ہیں - کہا جاتا ہے کہ اس احاطہ کی زمین پر کسی زمانہ میں نیرو کا مکان تھا - یہاں ہر سال جنوری کے مہینے میں میلہ ہوتا ہے اور کبیر پنتھیوں کا ایک بڑا گروہ

کبیر چورے کے مہنتوں کو اپنا پیشوا سمجھتا ھے - دوسری گدی جبلپور کے قریب باندوگڑھ میں تھی جو اب دھام کھیڑے کو منتقل ھو گئی ھے - اس گدی کے قائم کرنے والے کبیر صاحب کے چیلے دھرم داس تھے - روایت ھے کہ کبیر صاحب سے اور ان سے پہلے پہل بنارس میں ملاقات ھوئی - کبیر صاحب نے مورت پوجنے پر ان کو لعنت ملامت کی، اس کے بعد برندابن میں ملاقات ھوئی، اور اس مرتبہ جس مورتی کی پوجا دھرم داس کر رھے تھے اس کو کبیر صاحب نے اُٹھا کر دریا میں پھینک دیا - تیسری مرتبہ باندوگڑھ میں ملاقات ھوئی - دھرم داس بنئے تھے - کبیر صاحب نے ان کو پھر برا بھلا کہا، اور پوچھا کہ جن پتھروں سے تم اپنے ترازو کے بانٹ بناتے ھو انہیں پتھروں کی مورتیوں کو کس طرح پوجتے ھو؟ اس مرتبہ کبیر صاحب کی نصیحت کا کچھ ایسا اثر ھوا کہ دھرم داس اور ان کی بیوی دونوں کبیر صاحب کے چیلے ھو گئے - باندوگڑھ کی گدی کے مہنت انہیں دھرم داس کی اولاد ھیں - کبیر پنتھیوں کی دس اور گدیاں ھیں جو مختلف مریدوں نے قائم کی ھیں -

کبیر صاحب کرم کانڈ کے مخالف تھے - وہ بھکتی کے معتقد تھے، اور بھکتی کو ایک روحانی جذبہ سمجھتے تھے - ظاھری نمائش کے تماشوں اور رسم و رواج کے قیود سے قطعی بے نیاز تھے، مگر کبیر پنتھی ایک پنتھ یا گروہ کی حیثیت سے انہیں قیود میں گرفتار ھیں - وسکٹ صاحب اپنی کتاب کے چھٹے باب میں دو چیزوں کا خاص طور سے ذکر کرتے ھیں، ایک

چرنامرت، دوسرے پروانہ - چرنامرت وہ پانی ہے جس سے مہنت کے پاؤں دھوے جاتے ہیں - اس پانی سے مٹی سانی جاتی ہے اور اس کی گولیاں بناکر مریدوں کو تقسیم کی جاتی ہیں - پروانہ پان کے ایک ٹکڑے کا نام ہے - رات کو اوس جمع کی جاتی ہے اور اس اوس سے مہنت جی پان کے پتوں پر ایشور کا نام لکھتے ہیں - یہ پان متبرک خیال کئے جاتے ہیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے معتقدین کو تقسیم کئے جاتے ہیں - اسی طرح کے اور رسم و رواج ہیں جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی - وسکٹ صاحب نے ان کو اپنی کتاب میں وضاحت سے بیان کیا ہے -

کبیر صاحب کی جو کچھ قدر و منزلت ہے، ان کا جو درجہ ہندوستان کی تاریخ اور ہندو مذہب کے ارتقا میں ہے، وہ اس وجہ سے نہیں کہ کبیر پنتھ کے نام سے ایک فرقہ ان کے مریدوں کا قائم ہے بلکہ اس وجہ سے کہ شمالی ہندوستان کے ہندؤوں میں ان کی تعلیم کے اثر سے چند ایسے مذہبی اور سوشل اصولوں کی اشاعت ہوئی جن کی ہندؤوں کو سخت ضرورت تھی - کبیر صاحب نے قدما کے طریق سے ہٹکر نئے خیالات کا اظہار کیا، اور جن پرانی باتوں کو وہ برا اور مضر سمجھتے تھے ان کی انہوں نے ڈنکے کی چوٹ مذمت کی - انہوں نے ہندو مسلمانوں کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کی اور گو وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوے تاہم وہ آیندہ کے واسطے ایک ایسی مثال قائم کر گئے جو ہمارے زمانہ میں محبان وطن کے لئے چراغ ہدایت کا کام دے سکتی ہے -

(۹) کتابوں کي فہرست

اگر کبیر صاحب اور کبیر پنتھ کے متعلق مزید تحقیقات کا شوق ہو تو یہ کتابیں پڑھئے : —

(۱) آدي گرنتھ - سکھوں کي مقدس کتاب ہے - اس میں گورو نانک صاحب کے علاوہ دوسرے بزرگوں کا کلام بھي درج ہے - کبیر صاحب کا بہت کچھ کلام اس میں ملتا ہے -

(۲) بیجک - کبیر صاحب کے کلام کا مجموعہ ہے - اس کے کئي ایڈیشن ہیں - سب سے مشہور وہ ایڈیشن ہے جس کو مہاراجہ وشو ناتھ سنگھ والئي ریواں نے تالیف کرکے نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع کرایا تھا - اس میں کبیر صاحب کے کلام کی شرح بھي درج ہے اور اس کو ہندو مذہب کے مطابق ثابت کرنے کي کوشش کي گئي ہے - پادری احمد شاہ نے ایک ایڈیشن سنہ ۱۹۱۱ ع میں ہمیرپور سے شائع کیا تھا -

(۳) کبیر کسوٹي - کبیر پنتھ کے پانچ بزرگوں کي تصنیف ہے - کتابي باتوں کے علاوہ اس میں وہ احوال بھي درج ہیں جو کبیر پنتھیوں میں

سینہ بسینہ چلے آتے ہیں - کبیر کسوٹي سنہ ۱۸۸۵ میں بمبئي میں چھپي تھي -

(۴) کبیر بچنٰاولي - مرتبہ پنڈت ایودھیا سنگھ جي اُپادھیاے - یہ کتاب بنارس کي ناگري پرچارني سبھا کي طرف سے منورنجن پستک مالا سیریز میں شائع ہوئي ہے - اس میں ۱۱۲ صفحوں کا ایک بسیط مقدمہ ہے اور باقي کتاب میں کبیر صاحب کا کلام درج ہے -

(۵) کبیر گرنتھاولي - مرتبہ بابو شیام سندر داس جي بي ' اے - یہ کتاب بنارس کي ناگری پرچارني سبھا کی گرنتھ مالا سیریز میں شائع ہوئی ہے - اس میں ۷۱ صفحہ کا ایک مقدمہ ہے اور اس کے بعد کبیر صاحب کا کلام درج ہے -

(۶) نورتن - مرتبہ پنڈت گنیش بہاري مسر ' پنڈت شیام بہاري مسر اور پنڈت سکدیو بہاري مسر - اس کتاب میں ہندي کے نو مشہور شاعروں کا ذکر ہے اور کبیر داس کے حالات معہ ان کے کلام کے نمونوں کے درج ہیں -

(۷) کَوِتا کَومُدي - مصنفہ پنڈت رام نریش تری پاٹھی (ہندی مندر ' پریاگ) - اس کتاب کے پانچ حصے ہیں - پہلے حصہ میں پرانے ہندی شاعروں کا بیان ہے '

اور اسی سلسلہ میں کبیر صاحب کا بھی ذکر ہے - دوسرا حصہ ہندی کے نئے شعرا کے متعلق ہے، تیسرے حصہ میں سنسکرت، اور چوتھے میں اُردو شعرا کا تذکرہ ہے - پانچویں حصے میں دیہات کے گیتوں کا دلچسپ مجموعہ ہے -

(۸) آئین اکبری - کے دفتر دوم میں صوبہ بنگال کے تحت میں کتک کا بیان ہے، اسی سلسلہ میں کبیر صاحب کا ذکر بھی آ گیا ہے -

(۹) دبستان مذاہب - مصنفہ محسن فانی، مطبوعہ نولکشور پریس لکھنو سنہ ۱۸۸۱ ع - اس کتاب میں مختلف مذاہب کا مفصل بیان ہے - مثلاً پارسی، ہندو، یہود، نصاریٰ، اسلام، وغیرہ - اس میں ویشنووں کے ذیل میں بیراگیوں کا حال لکھا ہے اور اسی سلسلہ میں کبیر صاحب کے حالات بیان کئے ہیں -

(۱۰) خزینۃالاصفیا - مصنفہ مولوی غلام سرور - سنہ ۱۸۶۸ع میں لاہور سے شائع ہوئی تھی -

(۱۱) بھگت مال - یہ کتاب کئی سو برس ہوئے نابھاجی نے لکھی تھی - سوامی پریہ داس نے اس کی شرح لکھی - اس کے کئی ترجمے اردو میں ہوئے - رائے تلسی رام کا ترجمہ نولکشور پریس

لکھنو سے شائع ہوا ہے - اس میں سیکڑوں بھکتوں اور سنتوں کے حالات درج ہیں -

(۱۲) رہنمایان ہند - مترجمہ بابو نارایں پرشاد ورما صاحب مہر تخلص - یہ کتاب ایک انگریزي کتاب پرافٹس آف انڈیا (Prophets of India) کا ترجمہ ہے - انجمن ترقي اردو اورنگ آباد دکن نے سنہ ۱۹۰۴ ع میں اسے چھوایا تھا - اب کمیاب ہے -

(۱۳) کبیر صاحب اور اُن کي تعلیم - از بابو شیوبرت لال ورمن صاحب ام اے، رفاہ عام استیم پریس سنہ ۱۹۰۸ ع -

(۱۴) کبیر جنم ساکھي - مؤلفہ منشي محمد جلیل صاحب انصاري شاہجہاں پریس دہلي سنہ ۱۹۲۵ع - مگہر میں کبیر صاحب نے وفات پائي تھي - مؤلف نے اس مقام کو خود جاکر دیکھا ہے اور وہاں کے چشم دید حالات لکھے ہیں -

(۱۵) ہوریس ہیمن ولسن (Horace Hayman Wilson) ایک مشہور انگریزي مستشرق ہے - اُنیسویں صدي کے شروع میں ایسٹ انڈیا کمپني کا نوکر ہوکے کلکتہ آیا اور مختلف عہدوں پر تعینات رہا - سنسکرت زبان سیکھي اور بنگال کي ایشیاٹک سوسائٹی کا بیس برس تک سکریٹري رہا - اس نے ہندؤوں کے

مذہب اور سنسکرت علوم کے متعلق مختلف مضامین اور کتابیں لکھیں - ان میں سے ایک کا نام ہے ایسیز اینڈ لکچرز آن دي رلیجن آف دی ہندوز (Essays and Lectures on the Religion of the Hindus) اس میں ایک مستقل باب کبیر پنتھیوں کے متعلق ہے -

(۱۶) جرمني میں ایک سلسلہ تصانیف انسائکلوپیڈیا آف انڈو آرین ریسرچ (Encyclopedia of Indo-Aryan Research) کے نام سے شائع ہوتا تھا - اسي سلسلہ میں سر رام کرشن گوپال بھنڈارکر کي ایک تصنیف ویشنوازم شَیوازم اینڈ آدر مائنر رلیجس سسٹمس (Vaishnavism, Shaivism, and other Minor Religious Systems) کے نام سے شائع ہوئي ہے - اس کے اُنیسویں باب میں کبیر صاحب کا بیان ہے -

(۱۷) سر ولیم ہنٹر کي تصنیف دی انڈین امپائر - (The Indian Empire) اس میں کئی باب ہندؤں کے عقائد و فرائض اور ہندو مذہب کے ارتقا کے متعلق ہیں -

(۱۸) کبیر اینڈ دی کبیر پنتھ - (Kabir and the Kabir Panth) مصنفہ ریورنڈ جي' ایچ'

وسکٹ - مطبوعہ کرائسٹ چرچ مشن، کانپور - سنہ ۱۹۰۷ع -

(۱۹) دی بیجک آف کبیر (The Bijak of Kabir) مرتبہ ریورنڈ احمد شاہ مطبوعہ ہمیرپور سنہ ۱۹۱۷ ع -

(۲۰) کبیر داس اور اُن کي شاعري از منشي یوسف حسین مطبوعہ رسالہ "اردو" جنوري سنہ ۱۹۳۰ع -

-- تمام شد --

اِنڈکس

صفحہ

(ا)

اِسلام - اس کا اثر کبیر صاحب پر . . . ۶۷
اس کا اثر شمالي هندوستان میں . . . ۶۸

آواگون (دیکھو "تناسخ")

(ب)

بدھ کے حالات ۱۶
ان کي تعلیم کي بنا تناسخ پر . . . ۱۸
مسئلہ نِروان ۱۹

بَودھ مت - اس کا عروج ۲۰
اس کا زوال ۲۱

بھکتي - اس کي تحریک ۲۲
اس کا طریقہ ۴۵
کبیر صاحب کي تلقین ۹۳

(پ)

پریم - کبیر صاحب کي تلقین . . . . ,,

(ت)

تناسخ - هندو مذهب میں ۲۶
اس پر بدھ کي تعلیم کي بنا . . . ۱۸
مسلمانوں میں ۳۰
کبیر صاحب اس کے قائل هیں . . . ۱۱۴

(ز)

صفحہ

رامانُج - ان کا زمانہ ۴۹
ان کي کتاب "شري بھاش" . . . ,,
نیچ ذاتوں کی رعایت . . . . ,,

رامانند - کبیر صاحب اِن کے مرید تھے . . . ۵۸
ان کا زمانہ ۴۹
اُن کے خیالات . . . . . ,,

رِگ وید - آرین قوم کي سب سے پراني دستاویز . ۱۱
اس میں دیوتا اور مظاہر قدرت . . . ۱۲
اس میں وحدہ لا شریک کا ذکر . . . ,,
اس میں عبادت کے ذرائع . . . . ,,
اس میں برھمنوں کی ضرورت . . . ۱۳

(ک)

کبیر صاحب - ان کے سوانح مستند کتابوں میں نہیں
ملتے ۵۰
ان کا ذکر "آئین اکبري" اور "دبستان مذاہب"
میں ۵۱
ان کي پیدائش ۵۴
ان کا آن پڑھ ہونا ۷۵
رامانند کي مریدي ۵۸
ان کے عقائد ۵۷
ان کي تعلیم و تلقین ۷۸
ان کي توحید . . . . . ,,
مورتي پوجا کي مخالفت ۸۵

صفحہ

ان کي بھکتي ۶۲
ان کا قائل تناسخ ہونا ۱۱۴
رام نام سے ان کا مطلب . . . . ۹۰ و ۷۲
یہ پیر اولیا کے قائل نہیں . . . ۸۶
یہ آوتاروں کے قائل نہیں . . . ۸۹ و ۸۷
مذہبي نمائش و رسم و رواج سے ان کي
بیزاري ۱۰۷
ہندو مسلمان دونوں سے ان کا اختلاف . ۶۲
ان پر اسلام کا اثر ۶۷
ان پر عیسائیت کا کوئي اثر نہیں . . ۶۹
ان کي رحلت ۷۲
ان کے کشف و کرامات کي روایات . . ۷۴
ان کي نظروں میں ہندو مسلمان کي مساوات ۱۱۶
ان کي شاعري ۱۲۵
ان کي مشہور تصانیف ۷۵
ان پر لیٹریچر . . . . . .

(م)

مذہب - اس کے معني ۱
اس کي مختلف صورتیں . . . . ,,
اس میں اختلاف کي وجہ ۶
اس کا اِرتقاء ۸
مُکتي (دیکھو ,, نجات ,,)

(ن)

نجات - اس کے معني ۴۲

(ھ)

صفحہ

ھندو مذھب - اس کے اُصول ۲۶
اس میں اِرتقاء کے مدارج ۸
اس کی تاریخ میں روشن خیال بزرگ . ۹
اس کا اِرتقاء ۱۱
اس میں وَرن آشرم ۳۴
اس میں آشرم دھرم ۳۶
اس میں رواداری ۴۰
اس میں اَھنسا ۳۸
اس کے پیر و مُشرک نہیں . . . ۳۲

اِلہ آباد - مغروا پریس - دریاآباد